Regd. # MC-1177

العُروہ فی مناسکِ الحجّ والعُمرہ

فتاویٰ حج و عمرہ

پندرہواں حصّہ

مصنف

شیخ الحدیث والتفسیر حضرت علامہ مولانا مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی مدظلہ العالی
(رئیس دار الافتاء جمعیۃ اشاعۃ اہل السنۃ)

مرتّب

حضرت علامہ مولانا محمد عرفان ضیائی مدظلہ العالی

جمعیّت اِشاعت اہلِسُنّت پاکستان
نور مسجد کاغذی بازار کراچی ۷۴۰۰۰
Ph : 021-32439799 Website : www.ishaateislam.net

العروة فی مناسك الحج والعمرة

فتاویٰ حج وعمره

(پندرہواں حصہ)

تالیف

شیخ الحدیث حضرت علّامہ **مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی** مدظلہ العالی

ناشر

جمعیت اشاعتِ اہلسنّت پاکستان

نور مسجد، کاغذی بازار، میٹھادر، کراچی

جملہ حقوق بحق ادارہ محفوظ ہیں

نام کتاب	:	العروۃ فی مناسک الحج والعمرۃ
		فتاویٰ حج وعمرہ (حصہ پندرہواں)
مؤلف	:	شیخ الحدیث مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی مدظلہ العالی
صفحات	:	۱۲۰
اشاعت	:	شوال المکرم ۱۴۴۱ھ / جون ۲۰۲۰ء
تعدادِ اشاعت	:	۵۵۰۰
ناشر	:	جمعیّت اشاعت اہلسنّت (پاکستان)
		نور مسجد کاغذی بازار، میٹھادر، کراچی
		فون:021-32439799
خوشخبری	:	www.ishaateislam.net

پر موجود ہے۔

فہرستِ مضامین

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ
۱	پیشِ لفظ	۶
	حج	۹
۲	کیانابالغ کاحج اداہوتاہے، نیزحج کی ادائیگی کے بعداُسے حاجی کہنے کاحکم؟	۹
۳	فرض حج واقع ہونے کے لئے نیّتِ نفل نہ ہوناضروری ہے	۱۰
۴	حج واجب ہونے کی کتنی اور کون سی شرائط ہیں؟	۱۳
۵	پاؤں کٹا شخص حج کیسے کرے؟	۳۱
	احرام	۳۷
۶	محرم بھول جائے کہ کس کااحرام باندھا تھاتوکیاحکم ہوگا؟	۳۸
	سفر	۴۰
۷	خالہ کابالغ یامراہق بھانجے کے ہمراہ سفرعمرہ پرجانے کاحکم؟	۴۰

٨	عورت کا اپنے سوتیلے داماد کے ہمراہ سفر حج یا عمرہ پر جانا کیسا؟	٤٣
	میقات	٤٥
٩	بلا احرام ذوالحلیفہ تجاوز کر کے جحفہ سے احرام باندھنے کا حکم؟	٤٥
١٠	کیا مکہ مکرمہ والے مکہ ہی سے احرامِ عمرہ باندھ سکتے ہیں؟	٤٧
	سعی	٧٥
١١	نیّت کے بغیر سعی کا حکم؟	٧٥
	رمی	٧٩
١٢	دو کنکریاں ایک ساتھ مارنے پر کتنی بار مارنا شمار ہو گا؟ اپنی اور غیر کی طرف سے 14 کنکریاں دو دو مارنے پر کس کی رمی ادا ہو گی؟	٧٩
	جنایات	٨٤
١٣	مُحرمہ حیض کے سبب احرام توڑنے پر احرام سے باہر آجائے گی؟	٨٤
١٤	حالتِ احرام میں چہرہ چھپانے پر کیا لازم ہو گا؟	٨٦
١٥	حدودِ حرم میں متعدّد بار آنے والے آفاقی کے لیے احرام کا حکم	٨٨

۱۶	منی میں حاجی کو کوئی چیز لگنے سے خون نکل آئے تو کیا حکم ہوگا؟	۹۱
۱۷	محرم کو ماسک پہننا کیسا ہے؟	۹۶
	قِران	۱۰۴
۱۸	قارِن طواف کے چار چکر کے بعد وقوف کرے تو باقی واجبات کب ادا کرے؟ اگر باقی واجبات طوافِ زیارت کے بعد کرے تو کیا حکم ہوگا؟	۱۰۴
	متفرق	۱۰۶
۱۹	کیا ذُوالحلیفہ کے بعض کنوؤں میں حضرت علی نے جنات سے جنگ کی تھی؟	۱۰۶
۲۰	ماخذ ومراجع	۱۰۸

پیش لفظ

حج اسلام کا اہم رُکن ہے جس کی ادائیگی صاحبِ استطاعت پر زندگی میں صرف ایک بار فرض ہے، اس کے بعد جتنی بار بھی حج کرے گا نفل ہو گا اور پھر لوگوں کو دیکھا جائے تو کچھ تو زندگی میں ایک ہی بار حج کرتے ہیں کچھ دو یا تین بار، اقل قلیل ایسے ہوتے ہیں جن کو ہر سال یہ سعادت نصیب ہوتی ہے۔ لہٰذا حج کے مسائل سے عدم واقفیت یا واقفیت کی کمی ایک فطری امر ہے۔ پھر کچھ لوگ تو اِس کی طرف توجہ ہی نہیں دیتے، دوسروں کی دیکھا دیکھی ایسے افعال کا ارتکاب کرتے ہیں جو سراسر ناجائز ہوتے ہیں اور کچھ علماء کرام کی طرف رُجوع کرتے ہیں، مناسکِ حج و عمرہ کی تربیت کے حوالے سے ہونے والی نشستوں میں شرکت کرتے ہیں پھر بھی ضرورت پڑنے پر حج میں موجود علماء یا اپنے ملک میں موجود علماء سے رابطہ کر کے مسئلہ معلو کرتے ہیں اور پھر علماء کرام میں جو مسائل حج و عمرہ کے لئے کُتُبِ فقہ خصوصاً مناسکِ حج و عمرہ کا مطالعہ کرتے ہیں وہ تو مسائل کا صحیح جواب دے پاتے ہیں اور جن کا مطالعہ نہیں ہوتا وہ اس سے عاجز ہوتے ہیں اور ایسی صورت میں بعض تو اپنے قیاس سے مسائل بتا دیتے ہیں حالانکہ مناسکِ حج و عمرہ توقیفی ہیں۔ ہمارے ہاں جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان) کے زیر اہتمام نور مسجد میٹھادر میں پچھلے کئی سالوں سے ہر سال باقاعدہ تربیتِ حج کے حوالے سے نشستیں ہوتی ہیں اسی لئے لوگ حج و عمرہ کے مسائل میں ہماری طرف کثرت سے رجوع بھی کرتے ہیں، اکثر تو زبانی اور بعض تحریری جواب طلب کرتے ہیں اور کچھ مسائل کہ جن کے لئے ہم نے خود بھی اپنے ادارے میں قائم دارالافتاء کی جانب رُجوع کیا تھا اور کچھ مفتی صاحب نے ۱۴۲۷ھ / ۲۰۰٦ء اور ۱۴۲۸ھ / ۲۰۰۷ء

کے سفرِ حج میں مکہ مکرمہ میں تحریر فرمائے۔ پھر ۱۴۲۹ھ / ۲۰۰۸ء اور ۱۴۳۰ھ / ۲۰۰۹ء کے سفرِ حج میں اور کچھ کراچی میں مزید فتاویٰ تحریر ہوئے۔ اس طرح ہمارے دارالافتاء سے مناسکِ حج وعمرہ اور اس سفر میں پیش آنے والے مسائل کے بابت جاری ہونے والے فتاویٰ کو ہم نے علیحدہ کیا اور اُن میں سے جن کی اشاعت کو ضروری جانا اس مجموعے میں شامل کر دیا اور چھ حصے اس سے قبل شائع کئے جو ۱۴۳۰ھ / ۲۰۰۹ء تک کے فتاویٰ تھے بعد کو فتاویٰ کو جب جمع کیا گیا تو ضخامت کے وجہ سے اُن میں سے کچھ فتاویٰ حصہ ہفتم میں ۱۴۳۳ھ / ۲۰۱۲ء، پھر حصہ ہشتم ۱۴۳۴ھ / ۲۰۱۳ء میں شائع کئے گئے اور پھر حصہ نہم میں ۱۴۳۴ھ / ۲۰۱۳ء اور ۱۴۳۵ھ / ۲۰۱۴ء کے فتاویٰ ۱۴۳۶ھ / ۲۰۱۵ء میں شائع کئے۔ اب ۱۴۳۷ھ / ۲۰۱۵ء کہ جس میں مفتی صاحب قبلہ کسی مجبوری کی وجہ سے حج کے لئے نہ جاسکے لیکن لوگ فون پر اور نیٹ پر ان سے یا حاجیوں کے عزیز جو کراچی میں تھے وہ بالمشافہ ان سے رابطہ کر کے مسائلِ حج معلوم کرتے رہے، آپ نے کچھ جوابات زبانی دیئے اور کچھ تحریر جوابات لکھتے رہے وہ فتاویٰ اور ۱۴۳۷ھ / ۲۰۱۶ء میں دورانِ حج لکھے گئے فتاویٰ کو ترتیب دیا گیا۔ اس طرح دو حصے تیار ہوئے اور دسواں حصہ رمضان المبارک ۱۴۳۸ھ / جون ۲۰۱۷ء کو شائع ہوا اور گیارہواں حصہ شوال المکرم ۱۴۳۸ھ / جولائی ۲۰۱۷ء میں ہوا۔ پھر ۲۰۱۷ء اور ۲۰۱۸ء کے سفرِ حج میں اور کچھ دارالافتاء النور میں مفتی صاحب نے حج وعمرہ کے بارے میں جو فتاویٰ لکھے ان کو جب ترتیب دیا گیا تو تین حصے تیار ہوئے۔

جن میں سے بارہواں حصہ شعبان المعظم ۱۴۴۰ھ / مئی ۲۰۱۹ء میں شائع ہوا، تیرہواں حصہ رمضان المبارک ۱۴۴۰ھ / جون ۲۰۱۹ء میں شائع ہوا اور

چودھواں حصہ شوال المکرم ۱۴۴۰ھ/۲۰۱۹ء میں شائع ہو اور پھر ۲۰۱۹ء کے سفر حج میں جو فتاویٰ تحریر ہوئے اور جو دارالافتاء النور میں مفتی صاحب نے فتاویٰ تحریر کئے انہیں جب جمع کیا گیا تو دو حصے بنے جن میں سے ایک یعنی پندرہواں حصہ شوال المکرم ۱۴۴۱ھ/جون ۲۰۲۰ء میں جمعیت اشاعت اہلسنّت پاکستان اپنے سلسلۂ اشاعت کے ۳۱۲ ویں نمبر پر شائع کر رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ وہ ہم سب کی کاوش کو قبول کو فرمائے اور اسے عوام وخواص کے لئے نافع بنائے۔ آمین

فقیر محمد عرفان ضیائی

خادم جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان)

حج

کیانابالغ کاحج اداہوتاہے، نیزحج کی ادائیگی کے بعداُسے حاجی کہنے کاحکم؟

الاِستفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک دس سالہ بچے کواُس کے والد نے حج کروادیاحالانکہ اُس پرحج فرض نہیں تواُس کاحج ہوایانہیں، اوراُسے حاجی کہہ سکتے ہیں یانہیں؟ (السائل: محمد رضا)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورتِ مسئولہ میں مذکوربچے کاحج صحیح ہوا، لیکن نفل واقع ہوانہ کہ فرض، کیونکہ فرضیتِ حج کی شرائط میں سے ایک شرط بالغ ہوناہے۔

چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں: شرط دویم بلوغ ست واین شرط وجوب ست ونیزشرط وقوع حج ازفرض نه شرط صحت اداءپس واجب نشودحج برصبی ممیز باشد یاغیرممیزواگرحج کرد صبی ممیزآن حج نفل باشدوواجب نگردد۔[1]

یعنی، حج واجب ہونے کی دوسری شرط بالغ ہوناہے، نیزحجِ فرض واقع ہونے کے لئے بھی بالغ ہوناشرط ہے، البتہ ادائیگی کی صحّت کے لئے بالغ

---

(۱) حیاۃ القلوب، فصل دویم: دربیان شرائط حج، نوعِ اوّل درذکرشرائط وجوب حج، ص ۲۴

ہونا شرط نہیں ہے، لہذا بچے پر حج واجب نہیں، خواہ سمجھ دار ہو یا نہ ہو، اور اگر سمجھ دار بچے نے حج کیا تو نفل واقع ہو گا نہ کہ فرض۔

اور صدر الشریعہ محمد امجد علی اعظمی حنفی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں:

نابالغ نے حج کیا یعنی اپنے آپ جبکہ سمجھ وال (یعنی، سمجھ دار) ہو یا اُس کے ولی نے اس کی طرف سے احرام باندھا ہو جب کہ نا سمجھ ہو، بہر حال وہ حج نفل ہوا، حجۃ الاسلام یعنی حجِ فرض کے قائم مقام نہیں ہو سکتا۔ (۲)

اور مذکور بچے کو حاجی کہنے میں حرج نہیں، کیونکہ بچے نے حج ادا کیا ہے۔

واللہ تعالی اعلم

یوم الجمعۃ، ۱۸ صفر ۱۴۴۱ھ۔ ۱۷، اکتوبر ۲۰۱۹م

فرض حج واقع ہونے کے لئے نیّتِ نفل نہ ہونا ضروری ہے

الإستفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ شرعی فقیر اگر قرض لے کر نفل حج کر لے، پھر کچھ عرصہ بعد اُس پر فرضیتِ حج کی مکمل شرائط پائی جائیں تو کیا اُس پر حج فرض ہو گا یا سابقہ نفلی حج سے فرض حج ادا ہو جائے گا؟

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں ایسے شخص پر حج فرض ہو گا، کیونکہ فرضیتِ حج کی مکمل شرائط پائے جانے کے سبب حج فرض ہو جاتا ہے۔

(۲) بہار شریعت، حج کا بیان، حج واجب ہونے کے شرائط، ۱/ ۱۰۳۷

چنانچہ مُلّا علی بن سلطان قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں: إذا وُجِدت جميعُها وَجَب الحجّ على صاحبها۔[٣]

یعنی، تمام شرائطِ وجوب پائے جانے پر اُس کے صاحب پر حج واجب ہو جاتا ہے۔

اور مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں: شرائط وجوب حج آنہا را گویند که چوں موجود شوند جمیع آنہا در شخصی فرض گرددحج بروے۔[٤]

یعنی، تمام شرائطِ وجوب پائے جانے پر حج واجب ہو جاتا ہے اور سابقہ نفلی حج سے حجۃ الاسلام یعنی فرض حج ادا نہ ہو گا۔

چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی لکھتے ہیں: اگرتقیید نمودبحج نفل یا نذر پس واقع نگرددحج سابق ازحج اسلام صرح به الملاّعلی قاری وغیره۔[٥]

یعنی، اگر کسی نے نفل یا ادائیگیٔ منّت کی نیت سے حج کیا ہو تو فرض حج واقع نہ ہو گا، ملاّ علی قاری وغیرہ نے اس کی صراحت کی ہے۔

---

(٣) المسلک المتقسّط فی المنسک المتوسط، باب شرائط الحج، النوع الأول: شرائط الوجوب، تحت قوله: شرائط الوجوب، ص ٤٢

(٤) حیاۃ القلوب، فصل دویم: در بیان شرائط حج، نوعِ اوّل در ذکر شرائط وجوب حج، ص ۲۴

(٥) حیاۃ القلوب، فصل دویم: در بیان شرائط حج، نوعِ دویم در ذکر شرائط وجوب اداءِ حج، ص ۳۴

اوراس کی وجہ یہ ہے فرض حج ادا ہونے کے لئے نفل کی نیت نہ ہونا ضروری ہے، خواہ غنی ہو یا فقیر۔

چنانچہ علاّمہ رحمت اللہ سندھی حنفی متوفی ۹۹۳ھ اور ملاّعلی قاری لکھتے ہیں: (وعدمُ نيّةِ النفلِ) أی فی إحرام حجّه فإنّه إذا نوی نفلاً سواء كانَ غنياً أو فقيراً فإنّه يقع نفلاً، خلافاً للشّافعی، وأما نيّة الفرض فليست بشرطٍ حتی يقعَ عن الفرضِ بمطلقِ نيّةِ الحجّ۔[٦]

یعنی، فرض حج ادا ہونے کے لئے نفل کی نیت نہ ہونا ضروری ہے یعنی اپنے حج کے احرام میں، کیونکہ جب کوئی نفل کی نیّت سے حج کرے گا تو نفل ہی واقع ہو گا خواہ غنی ہو یا فقیر، بخلاف امام شافعی رضی اللہ عنہ کے، اور فرض کی نیّت کرنا شرط نہیں حتی کہ مطلق حج کی نیت سے فرض حج واقع ہو جائے گا۔

اور مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی لکھتے ہیں: عدم نیت نفل در احرام حج تا اگر شخصے نیت کرد در احرام حج واقع گردد از نفل خواہ فقیر باشد یاغنی خِلافاً للشافعی واما نیت فرض پس شرط نیست، برائ صحت وقوع ازفرض تاآنکہ اگرنیت کردمطلق حج را واقع شود ازفرض۔[٧]

---

(٦) لباب المناسک وشرحہ المسلک المتقسّط فی المنسک المتوسط، باب شرائط الحج، النوع الرابع: شرائط وقوع الحج عن الفرض، الشرط السابع: عدم نيَّة النفل، ص ٨٦۔٨٧

(٧) حیاۃ القلوب، فصل دویم: دربیان شرائط حج، بیان حج بدل داں برقسم است، ص ٣٨

یعنی، فرض حج اداہونے کے لئے نفل کی نیت نہ ہونا ضروری ہے، کیونکہ اگر کسی نے نفل حج کا احرام باندھ کر حج کیا تو نفل حج واقع ہو گا خواہ فقیر ہو یا غنی، بخلاف امام شافعی رضی اللہ عنہ کے، اور فرض کی نیت کرنا شرط نہیں، حتی کہ مطلق حج کی نیت سے فرض حج واقع ہو جائے گا۔

واللہ تعالیٰ اعلم

یوم الاربعاء، ۱۶ صفر ۱۴۴۱ھ۔ ۱۵، اکتوبر ۲۰۱۹ م

حج واجب ہونے کی کتنی اور کون سی شرائط ہیں؟

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ حج واجب ہونے کی کتنی اور کون سی شرائط ہیں؟

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: حج واجب ہونے کی آٹھ شرائط ہیں، جو کہ درج ذیل ہیں۔

(۱) مسلمان ہونا:

قرآنِ کریم میں ہے: (وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا)[۸]

ترجمہ: اور اللہ کے لیے لوگوں پر اس گھر کا حج کرنا ہے جو اس تک چل سکے۔ (کنز الایمان)

(۸) آل عمرٰن ۳/۹۷

اس آیت میں حج کی فرضیت کا بیان ہے۔ چنانچہ صدرالافاضل سیّد محمد نعیم الدین مرادآبادی حنفی متوفی۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں: اس آیت میں حج کی فرضیت کا بیان ہے۔(خزائن العرفان)

چنانچہ امام علاء الدین ابو بکر بن مسعود کاسانی حنفی متوفی۵۸۷ھ لکھتے ہیں: لِأَنَّ الْمُرَادَ مِنْهُ الْمُؤْمِنُونَ بِدَلِيلِ سِيَاقِ الْآيَةِ ،وَهُوَ قَوْلُه: (وَمَنْ كَفَرَ فَإِنَّ اللهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِينَ) [۹]

یعنی، کیونکہ آیت کے سیاق کی دلیل کے سبب اس سے مراد مومنین ہیں، اور وہ سیاق اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: "اور جو منکر ہو تو اللہ سارے جہاں سے بے پرواہے" (کنز الایمان)

علاّمہ اسماعیل حقی حنفی متوفی۱۱۳۷ھ لکھتے ہیں: (وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ) وهُم المؤمنونَ دونَ الكفّار [۱۰]

یعنی، (وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ) میں "الناس" سے مراد مومنین ہیں نہ کہ کفار۔

اور مفتی احمد یار خان نعیمی حنفی متوفی۱۳۹۱ھ/ ۱۹۷۱م لکھتے ہیں: یہاں ناس سے مراد مسلمان ہیں کیونکہ کافر پر کوئی عبادت فرض نہیں سوا ایمان کے۔(نورالعرفان)

---

(۹) بدائع الصنائع، کتاب الحج، فصل فی شرائط فرضیته، ۴۵/۳

(۱۰) تفسیر روح البیان، سورۃ آل عمران، تحت الآیۃ ۹۷، ۸۴/۲

لہٰذا حج فرض ہونے کی شرائط سے مسلمان ہونا ہے، اور یہی فقہاء کرام کی عبارات سے واضح ہے۔

چنانچہ علاّمہ ابو الحسن علاء الدین علی بن بلبان حنفی متوفی ۷۳۹ھ لکھتے ہیں: شَرط الوجوبِ، وهو: الْإِسْلَام (۱۱)

یعنی، وُجوبِ حج (یعنی فرضیتِ حج) کی شرط مسلمان ہونا ہے۔

اور علاّمہ ابراہیم بن محمد بن ابراہیم حلبی حنفی متوفی ۹۵۶ھ لکھتے ہیں:

فُرضَ فی العُمرِ مرّۃً علی الفورِ، خلافاً لمحمّدٍ بِشرطِ إسْلامٍ (۱۲)

یعنی، عمر میں ایک بار علی الفور حج ادا کرنا شرطِ اسلام کے ساتھ فرض کیا گیا ہے، بخلاف امام محمد کے (یعنی امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک فوری طور پر حج کرنا فرض نہیں)۔

اور علاّمہ رحمت اللہ سندھی حنفی متوفی ۹۹۳ھ لکھتے ہیں: الأول مِنهَا: الْإِسْلَامُ (۱۳)

یعنی، فرضیتِ حج کی شرائط میں سے پہلی شرط مسلمان ہونا ہے۔

اور علاّمہ مصطفی بن احمد اسقاطی حنفی متوفی بعد سنۃ ۱۱۶۳ھ لکھتے ہیں:

الْحَجُّ فرضٌ فی العُمُر مرّۃً بِشرطِ الْإِسْلَامِ (۱۴)

---

(۱۱) عمدة السّالک فی المناسک، الباب السّادس فی أرکان الحجّ وواجباته وسُننه وآدابه وشرائطه، ص۲۱۱

(۱۲) ملتقی الأبحر، کتاب الحجّ، ص۱۹۳

(۱۳) (لباب المناسک وعباب المسالک، باب شرائط الحج، النوع الأول: شرائط الوجوب، ص۶۱)

یعنی، حج عمر میں ایک ہی بار شرطِ اسلام کے ساتھ فرض ہے۔

(۲) دارالحرب میں رہنے والے کو حج کی فرضیت معلوم ہو۔

علاّمہ رحمت اللہ سندھی لکھتے ہیں: **الثّانی: العلمُ بکونِ الحجِّ فرضاً، لمَن فِی دارِ الحربِ بِخبرِ عدلٍ**(١٥)

یعنی، حج فرض ہونے کی دوسری شرط یہ ہے کہ دارالحرب میں رہنے والے کو ایک عادل کی خبر کے ساتھ حج کی فرضیت کا علم ہو۔

(۳) بالغ ہونا۔

چنانچہ حدیث شریف میں ہے: **عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَيُّمَا صَبِيٍّ حَجَّ ثُمَّ بَلَغَ الْحِنْثَ عَلَيْهِ أَنْ يَحُجَّ حَجَّةً أُخْرَى**(١٦)

یعنی، حضرت ابن عباس رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا سے روایت ہے: انہوں نے کہا کہ اللہ کے رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا ہے: کوئی بچہ جب حج کرنے کے بعد بالغ ہو جائے تو اُس پر دوبارہ حج کرنا لازم ہو گا۔

(١٤) کفایۃ المبتدی وتذکرۃ المنتہی مع شرحہ، کتاب الحج، ص١٢٩

(١٥) لباب المناسک وعباب المسالک، باب شرائط الحج، النوع الأول: شرائط الوجوب، ص٦٢

(١٦) المعجم الأوسط للطّبرانی، باب من اسمہ إبراہیم، برقم ٢، ١٢١/٢٧٣١

ایک اور حدیث شریف میں آیا ہے جسے امام برہان الدین ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ نے نقل کیا ہے کہ: وأيّما صبيٍّ حجَّ عَشرَ حِجَج ثمَّ بلغَ فعليهِ حجَّة الإسلامِ (١٧)

یعنی، اور کوئی بچہ دس بار حج کر چکا ہو پھر وہ بالغ ہو تو اُس پر فرض حج لازم ہو گا۔

اس سے معلوم ہوا کہ فرضیتِ حج کے لئے بالغ ہونا شرط ہے ورنہ جو بچہ بلوغت سے قبل حج کر چکا ہو، اُس پر بالغ ہونے کے بعد دیگر شرائط پائے جانے کی صورت میں حج کرنا لازم نہ آتا۔

(۴) عاقل ہونا۔

حدیث شریف میں ہے: عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "رُفِعَ الْقَلَمُ عَنْ ثَلَاثَةٍ: عَنِ النَّائِمِ حَتَّى يَسْتَيْقِظَ ، وَعَنِ الْمُبْتَلَى حَتَّى يَبْرَأَ ، وَعَنِ الصَّبِيِّ حَتَّى يَكْبُرَ (١٨)

یعنی، اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنہَا سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: کہ تین آدمیوں سے قلم اُٹھالیا گیا ہے (۱) سونے والے سے یہاں تک کہ وہ بیدار ہو جائے (۲) پاگل پن میں

(١٧) الهداية، كتاب الحج، ١-١٦١/٢

(١٨) سُنَن أبي داود، كتاب الحدود، باب في المجنون يسرق أو يصيب حداً، برقم ٤٣٩٨، ٣٦٣/٤

مبتلا آدمی سے یہاں تک کہ وہ ٹھیک ہو جائے (۳) بچے سے یہاں تک کہ وہ بالغ ہو جائے۔

(۵) آزاد ہونا۔

حدیث شریف میں ہے: وَأَيُّمَا عَبْدٍ حَجَّ ثُمَّ عُتِقَ فَعَلَيْهِ أَنْ يَحُجَّ حِجَّةً أُخْرَى[۱۹]

یعنی، اور جب کوئی غلام حج کرنے کے بعد آزاد ہو جائے تو اُس پر دوبارہ حج کرنا لازم ہو گا۔

اور ایک حدیث شریف میں یہ کلمات ہیں جیسا کہ امام برہان الدین ابو الحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ نقل کرتے ہیں: أَيُّمَا عبدٍ حجَّ عشرَ حِجَج ثمَّ أُعتِق فعليه حَجَّةُ الإسْلامِ[۲۰]

یعنی، کوئی غلام دس بار حج کر چکا ہو پھر وہ آزاد کر دیا جائے تو اُس پر فرض حج لازم ہو گا۔

واضح رہے کہ حدیث شریف میں بچے اور غلام کے لئے دس کا عدد بیان کثرت کے لئے ہے، نہ اس لئے کہ حکم کا انحصار اسی پر ہے۔

چنانچہ علّامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں: وذكر هذا فِيه لبيانِ الكثرةِ؛ لأنّ العشرَ مُنتهى الآحَاد، لا لبيَان انحِصَارِ الحكمِ عليها[۲۱]

---

(۱۹) المعجم الأوسط للطّبرانی، باب من اسمه إبراهیم، برقم ۲۷۳۱، ۱۲۱/۲

(۲۰) الهداية، كتاب الحج، ۱-۲/۱۶۱

یعنی، بچے اور غلام کے لئے دس کا عدد بیان کثرت کے لئے ہے کیونکہ دس آحاد کی انتہاء ہے، دس کا عدد اس لئے نہیں کہ حکم کا انحصار اسی پر ہے۔

لہذا حج فرض ہونے کی شرائط سے عاقل، بالغ اور آزاد ہونا بھی ہے اور یہی عباراتِ فقہاء سے واضح ہے۔

چنانچہ امام برہان الدین ابواسحاق ابراہیم بن موسی طرابلسی حنفی متوفی ۹۲۲ھ/۱۵۱۶م لکھتے ہیں: **فرضَ فی العُمرِ مرّۃ.....بِشرط حریۃ، وعقل، وبُلوُغ.** (۲۲)

یعنی، حج عمر میں ایک بار آزادی، عقل، اور بلوغت کی شرط کے ساتھ فرض کیا گیا ہے۔

نیز علاّمہ رحمت اللہ سندھی نے "لباب المناسک وعباب المسالک" (۲۳) میں اور علاّمہ حسن بن عمّار بن علی شرنبلالی حنفی متوفی ۱۰۶۹ھ نے "مراقی الفلاح" (۲٤) میں ان تینوں کو وجوبِ حج کی شرائط ہی میں لکھا ہے۔

اعتراض:۔ اگر کوئی یہ کہے کہ غلام پر حج کیوں فرض نہیں حالانکہ اُس پر نماز اور روزہ واجب ہوتے ہیں تو اس کا کیا جواب ہو گا؟

---

(۲۱) البنایۃ شرح الھدایۃ، کتاب الحج، تحت قولہ: أیما عبد حج ولو عشر۔۔۔إلخ، ٤/۱٤۲

(۲۲) مواھب الرّحمٰن فی مذھب أبی حنیفۃ النّعمان، کتاب الحجّ، ص۳۳۷۔۳۳۸

(۲۳) لباب المناسک وعباب المسالک، باب شرائط الحج، النوع الأول: شرائط الوجوب، ص٦۲

(۲٤) مراقی الفلاح، کتاب الحج، ص۲٦٥

چنانچہ علاّمہ ابو بکر بن علی بن محمد زَبیدی حنفی متوفی ۸۰۰ھ لکھتے ہیں: فَإِنْ قِيلَ مَا الْفَرْقُ بَيْنَ الصَّلَاةِ وَالصَّوْمِ وَبَيْنَ الْحَجِّ فِي حَقِّ الْعَبْدِ ، حَتَّى وَجَبَا عَلَيْهِ دُونَ الْحَجِّ؟.(۲۵)

یعنی، پس اگر کہا جائے کہ نماز و روزہ اور حج کے درمیان غلام کے حق میں کیا فرق ہے یہاں تک کہ اُس پر دونوں یعنی نماز اور روزہ واجب ہوتے ہیں نہ کہ حج؟

جواب:۔ حج کرنے کے لئے اکثر مال کی ضرورت ہوتی ہے، اور غلام کسی شے کی ملکیت نہیں رکھتا۔

چنانچہ قرآنِ کریم میں ہے: عَبْدًا مَّمْلُوْكًا لَّا يَقْدِرُ عَلٰى شَيْءٍ(۲۶)

ترجمہ، ایک بندہ ہے دوسرے کی مِلک آپ کچھ مقدور (طاقت) نہیں رکھتا۔ (کنز الایمان)

لہذا غلام پر حج فرض نہیں۔

چنانچہ علاّمہ زَبیدی لکھتے ہیں: قِيل ؛ لِأَنَّ الْحَجَّ لَا يَتَأَتَّى إِلَّا بِالْمَالِ غَالِبًا. وَالْعَبْدُ لَا يَمْلِكُ شَيْئًا قَالَ اللهُ تَعَالَى :(عَبْدًا مَّمْلُوْكًا لَّا يَقْدِرُ عَلٰى شَيْءٍ) (۲۷)

---

(۲۵) الجوهرة النيرة شرح مختصر القدوري، كتاب الحج، تحت قوله: على الأحرار، ۳۵۹/۱
(۲۶) النحل ۷۵/۱۶
(۲۷) الجوهرة النيّرة شرح مختصر القدوری، كتاب الحج ، تحت قوله: على الأحرار، ۳۶۰/۱

یعنی، کہا جائے گا اس لئے کہ حج غالباً مال کے بغیر ادا نہیں ہوتا ہے اور غلام کسی شے کی ملکیت نہیں رکھتا، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ''ایک بندہ ہے دوسرے کی مِلک آپ کچھ مَقْدُور نہیں رکھتا''۔

اور اس لئے کہ حج کرنے کی صورت میں آقا کا طویل عرصے تک کے لئے حق فوت ہو گا، پس بندہ چونکہ محتاج ہے، جبکہ اللہ تعالیٰ تو بے نیاز ہے، لہذا بندے کا حق پہلے ہو گا بخلاف نماز اور روزہ کے، کیونکہ یہ دونوں مال کے بغیر ادا ہوتے ہیں، نیز ان دونوں کی ادائیگی کے سبب مولیٰ کی خدمت منقطع بھی نہ ہو گی۔

چنانچہ آگے لکھتے ہیں: **وَلِأَنَّ حَقَّ الْمَوْلَى فِي الْحَجِّ يَفُوتُ فِي مُدَّةٍ طَوِيلَةٍ ، فَقُدِّمَ حَقُّ الْعَبْدِ عَلَى حَقِّ اللهِ لِافْتِقَارِ الْعَبْدِ ، وَغِنَى اللهِ بِخِلَافِ الصَّلَاةِ وَالصَّوْمِ ، فَإِنَّهُمَا يَتَأَدَّيَانِ بِغَيْرِ الْمَالِ وَلَا يَنْقَطِعُ خِدْمَةُ الْمَوْلَى بِهِمَا.** (۲۸)

یعنی، اور اس لئے کہ حج کرنے کی صورت میں آقا کا طویل عرصے تک کے لئے حق فوت ہو گا، پس بندہ چونکہ محتاج ہے، جبکہ اللہ تعالیٰ تو بے نیاز ہے، لہذا بندے کا حق پہلے ہو گا بخلاف نماز اور روزہ کے، کیونکہ یہ دونوں مال کے بغیر ادا ہوتے ہیں، نیز ان دونوں کی ادائیگی کے سبب مولیٰ کی خدمت منقطع بھی نہ ہو گی۔

---

(۲۸) الجوهرة النيّرة شرح مختصر القدوری، کتاب الحج ،تحت قوله: علی الأحرار، ۱/۳۶۰

(۶) تندرست ہونا:۔

تندرست ہونا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے وجوبِ حج کے لئے استطاعت کو شرط قرار دیا ہے، نیز حدیث شریف میں "سَبِیلاً" کی تفسیر صحیح البدن سے بھی کی گئی ہے۔

چنانچہ علاء الدین کاسانی حنفی متوفی ۵۸۷ھ لکھتے ہیں: وَمِنْهَا : صِحَّةُ الْبَدَنِ....لِأَنَّ اللهَ تَعَالَى شَرَطَ الِاسْتِطَاعَةَ لِوُجُوبِ الْحَجِّ، وَالْمُرَادُ مِنْهَا اسْتِطَاعَةُ التَّكْلِيفِ، وَهِيَ سَلَامَةُ الْأَسْبَابِ، وَالْآلَاتِ، وَمِنْ جُمْلَةِ الْأَسْبَابِ سَلَامَةُ الْبَدَنِ عَنْ الْآفَاتِ الْمَانِعَةِ عَنْ الْقِيَامِ بِمَا لَا بُدَّ مِنْهُ فِي سَفَرِ الْحَجِّ ؛ لِأَنَّ الْحَجَّ عِبَادَةٌ بَدَنِيَّةٌ، فَلَا بُدَّ مِنْ سَلَامَةِ الْبَدَنِ، وَلَا سَلَامَةَ مَعَ الْمَانِعِ . وَعَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا فِي قَوْلِهِ عَزَّ وَجَلَّ : (مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلاً)[آل عمرن: ۹۷] أَنَّ السَّبِيلَ أَنْ يَصِحَّ بَدَنُ الْعَبْدِ، وَيَكُونَ لَهُ ثَمَنُ زَادٍ، وَرَاحِلَةٍ مِنْ غَيْرِ أَنْ يُحْجَبَ ، وَلِأَنَّ الْقُرَبَ وَالْعِبَادَاتِ وَجَبَتْ بِحَقِّ الشُّكْرِ ؛ لِمَا أَنْعَمَ اللهُ عَلَى الْمُكَلَّفِ ، فَإِذَا مُنِعَ السَّبَبُ الَّذِي هُوَ النِّعْمَةُ وَهُوَ سَلَامَةُ الْبَدَنِ أَوْ الْمَالِ كَيْفَ يُكَلَّفُ بِالشُّكْرِ ، وَلَا نِعْمَةَ.[۲۹]

---

(۲۹) بدائع الصنائع، کتاب الحج، فصل فی شرائط فرضیته، ۴۷/۳

یعنی، وجوبِ حج کی شرائط سے بدن کی صحت بھی ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے وجوبِ حج کے لئے استطاعت کو شرط قرار دیا ہے، اور اس سے مراد تکلیف اُٹھانے کی استطاعت ہے، اور وہ اسباب وآلات کا سلامت ہونا ہے، اور من جملہ اسباب میں سے بدن کا آفات سے سلامت ہونا کہ جو سفر حج میں رکاوٹ بنیں، کیونکہ حج بدنی عبادت ہے لہذا بدن کی سلامتی ضروری ہے، اور مانع کے ساتھ سلامتی نہیں، اور حضرت ابن عباس رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا سے اللہ عزّوجل کے فرمان (مَنِ اسۡتَطَاعَ اِلَیۡهِ سَبِیۡلًا) کے بارے میں روایت ہے: بے شک سبیل سے مراد یہ ہے کہ بندے کا بدن صحیح ہو، اور اُس کے پاس توشہ (یعنی راستے کا خرچ) ہو، اور بغیر رکاوٹ کے سواری (پر قادر ہو) ہو[۳۰]، اور صحیح البدن ہونا اس لئے بھی وجوبِ حج کی شرائط سے ہے کہ مکلّف (یعنی عاقل بالغ) پر نیکیاں اور تمام عبادتیں اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمت کے شکر میں واجب ہوتی ہیں، تو جب (وجوبِ عبادات کا) سبب ہی روک دیا جائے جو کہ سلامتِ بدن یامال کی نعمت ہے تو اُسے حصولِ نعمت کے بغیر شکر کی ادائیگی کا کیسے مکلف یعنی پابند بنایا جا سکتا ہے۔

---

(۳۰) یہ روایت مختلف الفاظ کے ساتھ "تفسیر الطّبریّ" (تفسیر الطّبریّ، سورۃ اٰل عمرٰن، تحت الآیۃ ۹۷، ۳/۳۶۳، وفیہ: عَنِ ابۡنِ عَبَّاسٍ قَوۡلُهُ: [وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الۡبَيۡتِ مَنِ اسۡتَطَاعَ إِلَيۡهِ سَبِيلًا]، وَالسَّبِيلُ، أَنۡ يَصِحَّ بَدَنُ الۡعَبۡدِ، وَيَكُونَ لَهُ ثَمَنُ زَادٍ وَرَاحِلَةٍ مِنۡ غَيۡرِ أَنۡ يُجۡحِفَ بِهِ) میں موجود ہے)

لہذا مفلوج (یعنی فالج زدہ)، اپاہج (یعنی چلنے پھرنے سے معذور)، جس کے دونوں پاؤں کٹے ہوئے ہوں اور بوڑھے پر کہ سواری پر خود نہ بیٹھ سکتا ہو حج فرض نہیں، یوہیں اندھے پر بھی واجب نہیں اگرچہ ہاتھ پکڑ کر لے چلنے والا اُسے ملے، نیز ان سب پر یہ بھی واجب نہیں کہ کسی کو بھیج کر اپنی طرف سے حج کرادیں یا وصیت کر جائیں۔

چنانچہ امام کمال الدین محمد بن عبد الواحد ابن ہمام حنفی متوفی ۸۶۱ھ لکھتے ہیں: حَتّٰی إِنَّ الْمُقْعَدَ وَالزَّمِنَ وَالْمَفْلُوجَ، وَمَقْطُوعَ الرِّجْلَيْنِ لَا يَجِبُ عَلَيْهِمُ الْإِحْجَاجُ إِذَا مَلَكُوا الزَّادَ وَالرَّاحِلَةَ، وَلَا الْإِيصَاءَ بِهِ فِي الْمَرَضِ، وَكَذَا الشَّيْخُ الَّذِي لَا يَثْبُتُ عَلَى الرَّاحِلَةِ(۳۱)

یعنی، یہاں تک کہ لنگڑے، اپاہج، اور مفلوج، اور جس کے دونوں پاؤں کٹے ہوئے ہوں، ان سب پر حج واجب نہیں ہے، نیز ان سب پر یہ بھی واجب نہیں کہ کسی کو بھیج کر اپنی طرف سے حج کروالیں اگرچہ توشہ اور سواری کے مالک ہوں اور حالتِ مرض میں اس کی وصیت کر جانا بھی واجب نہیں، اور ایسے بوڑھے پر بھی حج لازم نہیں کہ جو (خود) سواری پر نہ بیٹھ سکتا ہو۔

اور صدر الشریعہ محمد امجد علی اعظمی حنفی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں: تندرست ہو کہ حج کو جاسکے، اعضا سلامت ہوں، انکھیارا (آنکھوں والا) ہو، اپاہج

(۳۱) فتح القدير شرح الهداية، كتاب الحج، مقدمة يكره الخروج الى الحج---إلخ، تحت قوله: و كذا صحة الجوارح، ۳۲۶/۲

اور فالج والے اور جس کے پاؤں کٹے ہوں اور بوڑھے پر کہ سواری پر خود نہ بیٹھ سکتا ہو حج فرض نہیں۔ یوہیں اندھے پر بھی واجب نہیں اگرچہ ہاتھ پکڑ کر لے چلنے والا اُسے ملے۔ ان سب پر یہ بھی واجب نہیں کہ کسی کو بھیج کر اپنی طرف سے حج کرا دیں یا وصیت کر جائیں۔[۳۲]

(۷) زادِ راہ (یعنی راستے کے خرچ) **کا مالک ہو اور سواری پر قادر ہو۔**

حدیث شریف میں ہے: عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، مَا يُوجِبُ الحَجَّ؟ قَالَ: الزَّادُ وَالرَّاحِلَةُ قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ .وَالعَمَلُ عَلَيْهِ عِنْدَ أَهْلِ العِلْمِ: أَنَّ الرَّجُلَ إِذَا مَلَكَ زَادًا وَرَاحِلَةً وَجَبَ عَلَيْهِ الحَجُّ[۳۳]

یعنی، حضرت ابن عمر رَضِیَ اللّٰہُ عَنہُما سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ ایک مرد نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے پاس آئے تو عرض کی: اے اللہ کے رسول کیا چیز حج کو واجب کرتا ہے؟ فرمایا: توشہ اور سواری۔

امام ابو عیسی ترمذی رَحمۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ نے فرمایا: یہ حدیث حسن ہے اور اسی پر اہل علم کے نزدیک عمل ہے: کہ بے شک جب کوئی شخص توشہ اور سواری کا مالک ہو تو اُس پر حج واجب ہو گا۔

---

(۳۲) بہار شریعت، حج کا بیان، حج واجب ہونے کے شرائط، ۱/۱۰۳۹

(۳۳) سُنَن الترمذیّ، کتاب الحج، باب: ماجاء فی إیجاب الحجّ بالزّاد والرّاحلة، برقم ۲، ۸۱۳/۶

لہذا وجوبِ حج کی شرائط سے یہ بھی ہے کہ سفر خرچ کا مالک ہو اور سواری پر قادر ہو۔

چنانچہ امام طرابلسی لکھتے ہیں: وَشرطُوا مِلک الزّاد .... والرّاحِلة.(٣٤)

یعنی، فقہاء کرام نے وجوب حج کے لئے ملکیتِ توشہ اور سواری کی شرط لگائی ہے۔

اور سواری میں ضروری نہیں کہ وہ اس کا مالک ہو، اگر کرایہ پر لینے پر قادر ہو تو بھی یہ شرط پائی جائے گی۔ چنانچہ علاّمہ نظام الدین حنفی متوفی ١١٦١ھ اور علماء ہند کی جماعت نے "سراج الوھاج" کے حوالے سے لکھا ہے: وَمِنْهَا الْقُدْرَةُ عَلَى الزَّادِ وَالرَّاحِلَةِ بِطَرِيقِ الْمِلْكِ أَوِ الْإِجَارَةِ .... كَذَا فِي السِّرَاجِ الْوَهَّاجِ(٣٥)

یعنی، وجوبِ حج کی شرائط سے یہ بھی کہ توشہ کا مالک ہو اور سواری پر قادر ہو خواہ سواری اس کی مِلک ہو یا اس کے پاس اتنا مال ہو کہ کرایہ پر لے سکے۔

اور صدر الشریعہ لکھتے ہیں: سفر خرچ کا مالک ہو اور سواری پر قادر ہو خواہ سواری اس کی مِلک ہو یا اس کے پاس اتنا مال ہو کہ کرایہ پر لے سکے۔(٣٦)

---

(٣٤) مواهب الرّحمٰن فی مذهب أبی حنيفة النّعمان، كتاب الحجّ، ص٣٣٨

(٣٥) الفتاوى الهندية، كتاب المناسک، الباب الأول فی تفسير الحج وفرضيته ووقته --- إلخ، ٢١٧/١

(٣٦) بہار شریعت، حج کا بیان، حج واجب ہونے کے شرائط، ١٠٣٩/١

زادِ راہ اور سواری کی تفسیر:۔

سفر خرچ اور سواری پر قادر ہونے کے یہ معنی ہیں کہ یہ چیزیں اُس کی حاجت سے فاضل ہوں یعنی مکان ولباس و خادم اور سواری کا جانور اور پیشہ کے اوزار اور خانہ داری کے سامان اور دَین سے اتنا زائد ہو کہ سواری پر مکہ معظمہ جائے اور وہاں سے سواری پر واپس آئے اور جانے سے واپسی تک عیال کا نفقہ اور مکان کی مرمت کے لیے کافی مال چھوڑ جائے اور جانے آنے میں اپنے نفقہ اور گھر اہل وعیال کے نفقہ میں قدرِ متوسط کا اعتبار ہے نہ کمی ہو نہ اِسراف۔ عیال سے مراد وہ لوگ ہیں جن کا نفقہ اُس پر واجب ہے، یہ ضروری نہیں کہ آنے کے بعد بھی وہاں اور یہاں کے خرچ کے بعد کچھ باقی بچے۔[۳۷]

چنانچہ امام شمس الدین ابو بکر محمد بن احمد سرخسی حنفی متوفی ۴۹۰ھ لکھتے ہیں: وَتَفْسِيرُ مِلْكِ الزَّادِ وَالرَّاحِلَةِ أَنْ يَكُونَ لَهُ مَالٌ فَاضِلٌ عَنْ حَاجَتِهِ، وَهُوَ مَا سِوَى مَسْكَنِهِ وَلُبْسِهِ وَخَدَمِهِ، وَأَثَاثِ بَيْتِهِ قَدْرَ مَا يُبَلِّغُهُ إِلَى مَكَّةَ ذَاهِبًا وَجَائِيًا رَاكِبًا لَا مَاشِيًا وَسِوَى مَا يَقْضِي بِهِ دُيُونَهُ وَيُمْسِكُ لِنَفَقَةِ عِيَالِهِ، وَمَرَمَّةِ مَسْكَنِهِ وَنَحْوِهَا إِلَى وَقْتِ انْصِرَافِهِ[۳۸]

یعنی، توشہ اور سواری کی وضاحت یہ ہے کہ اُس کے پاس حاجت سے زائد مال ہو اور وہ اُس کے مکان، لباس، خادم، گھر کے سامان کے سوا ہو اتنا

(۳۷) بہارِ شریعت، حج کا بیان، حج واجب ہونے کے شرائط، ۱/ ۱۰۳۹۔ ۱۰۴۰
(۳۸) محیط للسرخسی، کتاب الحج، ق ۲۱۵

ہو جو اُسے سواری پر مکہ معظمہ پہنچائے اور وہاں سے سواری پر واپس لے آئے نہ کہ پیدل اوراس کے سوا ہو کہ جس سے اس کے قرض ادا ہوں اور جانے سے واپسی تک اُس کے عیال کا نفقہ اور اُس کے مکان کی مرمت کے لیے اوراس کی مثل کے لئے مال چھوڑ جائے۔

انہی کے حوالے سے علاّمہ نظام الدین حنفی متوفی ۱۱۶۱ھ اور علماءِ ہند کی جماعت نب "الفتاوی الھندیۃ"[۳۹] میں نقل کیا ہے۔

اور جس کی بسر اوقات تجارت پر ہے اور اتنی حیثیت ہوگئی کہ اس میں سے اپنے جانے آنے کا خرچ اور واپسی تک بال بچوں کی خوراک نکال لے تو اتنا باقی رہے گا، جس سے اپنی تجارت بقدر اپنی گزر کے کر سکے تو حج فرض ہے ورنہ نہیں اور اگر وہ کاشتکار ہے تو ان سب اخراجات کے بعد اتنا بچے کہ کھیتی کے سامان ہل بیل وغیرہ کے لیے کافی ہو تو حج فرض ہے اور پیشہ والوں کے لیے ان کے پیشہ کے سامان کے لائق بچنا ضروری ہے۔[۴۰]

البتہ یہ واضح رہے، مکہ مکرمہ اور اوراس کے گردونواح والوں پر حج واجب ہو گا جبکہ اُن کے اور مکہ مکرمہ کے درمیان تین روز سے کم کا فاصلہ ہو، بشرطیکہ وہ چلنے پر قدرت رکھتے ہوں، اوراگرچہ وہ سواری پر قادر نہ ہوں۔

---

(۳۹) الفتاوی الھندیۃ، کتاب المناسک، الباب الأول فی تفسیر الحج وفرضیتہ ووقتہ.... إلخ، ۱/۲۱۷

(۴۰) بہارِ شریعت، حج کا بیان، حج واجب ہونے کے شرائط، ۱/۱۰۴۰

چنانچہ علاّمہ نظام الدین اور علماء ہند کی جماعت نے ”اَلْیَنَابِیع“ کے حوالے سے لکھا ہے: وَفِي الْيَنَابِيعِ يَجِبُ الْحَجُّ عَلَى أَهْلِ مَكَّةَ، وَمَنْ حَوْلَهَا مِمَّنْ كَانَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ مَكَّةَ أَقَلُّ مِنْ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ إِذَا كَانُوا قَادِرِينَ عَلَى الْمَشْيِ، وَإِنْ لَمْ يَقْدِرُوا عَلَى الرَّاحِلَةِ(۴۱)

یعنی، اور ”اَلْیَنَابِیع“ میں ہے: مکہ مکرمہ اور اوراس کے گردونواح والوں پر حج واجب ہو گا جبکہ اُن کے اور مکہ مکرمہ کے درمیان تین روز سے کم کافاصلہ ہو، بشرطیکہ وہ چلنے پر قدرت رکھتے ہوں، اوراگرچہ وہ سواری پر قادر نہ ہوں۔

(۸)وقت:۔

چنانچہ قرآنِ کریم میں ہے: اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ(۴۲)

ترجمہ، حج کے کئی مہینے ہیں جانے ہوئے(کنزالایمان)

آیت میں جانے ہوئے مہینوں سے مراد: شوال، ذوالقعدہ اور ذی الحجہ کی(ابتدائی) دس تاریخیں ہیں۔

چنانچہ حدیث شریف میں ہے: عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، فِي قَوْلِ اللّٰهِ: (اَلْحَجُّ أَشْهُرٌ مَعْلُومَاتٌ)، قَالَ: شَوَّالٌ، وَذُو الْقَعْدَةِ، وَعَشْرٌ مِنْ ذِي الْحِجَّةِ، لَا يُفْرَضُ الْحَجُّ إِلَّا فِيهِنَّ(۴۳)

---

(۴۱)الفتاوی الهندية، كتاب المناسك، الباب الأول فی تفسير الحج وفرضيته ووقته۔۔۔إلخ، ۲۱۷/۱

(۴۲)البقرة۱۹۷/۲

یعنی، اللہ تعالیٰ کے فرمان (اَلْحَجُّ اَشْھُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ) کے بارے میں حضرت ابن عباس رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: (جانے ہوئے مہینوں سے مراد) شوال، ذوالقعدہ اور ذی الحجہ کے دس روز ہیں، اور حج نہیں فرض کیا جاتا مگر انہی ایام میں۔

اور عندالاحناف بھی حج کے یہی مہینے ہیں۔ چنانچہ ملا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ (أَشْھُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ) کے تحت لکھتے ہیں: أي: معروفات مشھورات وھي شوّال وذي القعدة وعشر ذي الحجّة عندنا وتسع عند الشافعي وذو الحجّة كلّه عند مالك وثمرة الاختلاف مبيّنة في كتب الخلاف وسمي شهران وبعض الشهر أشهرا إقامة للاكثر مقام الكل(٤٤)

یعنی، آیت میں معلومات سے مراد جانے ہوئے مشہور مہینے ہیں اور وہ ہمارے یعنی احناف کے نزدیک شوال، ذوالقعدہ اور ذی الحجہ کے دس روز ہیں، اور امام شافعی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کے نزدیک دس (۱۰) روز کے بجائے ذی الحجہ کے نو (۹) روز ہیں، جبکہ امام مالک رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کے نزدیک مکمل ذوالحجہ اشہر حج میں داخل ہے، اور اختلاف کا ثمرہ اختلاف کی کتب میں واضح ہے اور آیت میں دو مہینے اور ایک ماہ کے بعض کو "أَشْھُرٌ" (یعنی مہینوں) کا نام دیا ہے، اکثر کو کل کے قائم مقام قائم کرتے ہوئے۔

---

(٤٣) المعجم الأوسط للطّبرانی، باب من اسمه محمد، برقم ٥٠٤٣، ۱۳/۴

(٤٤) تفسیر الملّا علی القاری، سورة البقرة، تحت الآية ۱۹۷، ۱/ ۱۷۴

لہذا حج کے مہینوں میں بقیہ تمام شرائط بھی پائے جائیں تو حج فرض ہو گا ورنہ نہیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم

۲۱ ذوالحجہ ۱۴۴۰ھ۔ ۲۳، اغسطس ۲۰۱۹م

پاؤں کٹا شخص حج کیسے کرے؟

الإستفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص حج کے ارادے سے پاکستان سے آیا، عمرہ ادا کیا پھر شیڈول کے مطابق مدینہ منورہ آگیا وہ شوگر کا مریض تھا اور اُس کے پاؤں میں زخم ہوا، اور ورم بڑھ گیا، اسپتال میں داخل ہوا، اور ڈاکٹروں نے اُس کا وہ پاؤں کاٹ دیا اب مسئلہ یہ ہے کہ وہ حج کس طرح ادا کرے گا، حکومت کی طرف سے اُسے احرام کے ساتھ صرف عرفات کے میدان میں وقوفِ عرفہ کے وقت لے جایا جائے گا، تو باقی مناسک کس طرح ادا ہوں گے؟

(سائل: آصف مدنی، صالح الغفار حج گروپ، مدینہ منورہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب:۔ صورت مسئولہ میں وقوفِ عرفہ حج کا ایک عظیم رکن ہے وہ تو ادا ہو جائے گا، اور وقوفِ مزدلفہ اگرچہ واجباتِ حج میں سے ہے۔

چنانچہ امام شمس الدین أبو بکر محمد سرخسی حنفی متوفی ۴۹۰ھ لکھتے ہیں: **وهذا الوقوف واجب عندنا وليس بركنٍ۔**(۴۵)

(۴۵) کتاب المبسوط للسّرخسی، کتاب المناسک، باب الخروج إلی منی، ۲/۵۷

ی عنی، وقوفِ مزدلفہ ہمارے نزدیک رکن (فرض) نہیں، واجب ہے۔
اور علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی متوفی ۹۹۳ھ لکھتے ہیں: **الوقوف بها واجب۔**(٤٦)

یعنی، وقوفِ مزدلفہ واجب ہے۔
لیکن عذر کے سبب چھوڑنے پر دم لازم نہیں ہوگا۔
چنانچہ ملّا علی بن سلطان قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں: **أن ترکه بعذرٍ لایوجبُ الدم۔**(٤٧)

یعنی، عذر کے سبب وقوفِ مزدلفہ چھوڑنے پر دم واجب نہیں ہوگا۔
اور رمی جمرات وہیل چیئر پر کرلے اور اگر پاؤں کٹا ہے اور زخم درست نہیں ہوا اور وہیل چیئر پر رمی کے لئے جانا انتہائی تکلیف دہ ہے تو اس صورت میں وہ رمی کے لئے وکیل مقرر کرے، اس طرح اس کا یہ واجب بھی ادا ہو جائے گا، اور عذرِ شرعی کی بنا پر اس کے لئے وکیل مقرر کرنا جائز ہے۔
چنانچہ مخدوم محمد ہاشم بن عبد الغفور سندھی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں: **مگر آنکه عذرے داشته باشد که مانع گردد از رمی بنفس خود چنانکه مرض ومانند آن۔**(٤٨)

(٤٦) لباب المناسک وعباب المسالک، باب أحکام المزدلفة، فصل في الوقوف بها، ص ١٤٧

(٤٧) المسلک المتقسط في المنسک المتوسط، باب الإحصار، الثاني عشر، حکم من عَرض له وجه من هذه الوجوه، ص ٥٨٦

یعنی، مگر یہ کہ اُسے کوئی عذر ہو جو خود رمی کرنے سے مانع ہو جیسا کہ مرض وغیرہ۔

اور قربانی اُس کی طرف سے کر دی جائے اور قربانی میں نیابت جاری ہو سکتی ہے کیونکہ یہ مالی عبادت ہے۔

چنانچہ علاّمہ محمد بن عبد اللہ حنفی تمر تاشی متوفی ۱۰۰۴ھ اور علاّمہ علاء الدین محمد بن علی حنفی حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں: (اَلْعِبَادَةُ الْمَالِیَّةُ) کَزَکَاةٍ وَکَفَّارَةٍ (تَقْبَلُ النِّیَابَةَ) عَنْ الْمُکَلَّفِ (مُطْلَقًا) عِنْدَ الْقُدْرَةِ وَالْعَجْزِ وَلَوْ النَّائِبُ ذِمِّیًّا... (وَالْبَدَنِیَّةُ) کَصَلَاةٍ وَصَوْمٍ (لَا) تَقْبَلُهَا (مُطْلَقًا، وَالْمُرَکَّبَةُ مِنْهُمَا) کَحَجِّ الْفَرْضِ (تَقْبَلُ النِّیَابَةَ عِنْدَ الْعَجْزِ فقط)۔ (۴۹)

یعنی، مالی عبادت جیسے زکوۃ اور کفارہ (اور قربانی) میں مکلّف (عاقل بالغ) کی طرف سے نیابت (دوسرے کی طرف سے ادائیگی) مطلقاً مقبول ہے خواہ وہ قدرت رکھتا ہو یا عاجز ہو، اور اگرچہ نیابت کرنے والا ذمّی (ذمی اس کافر کو کہتے ہیں جس کے جان ومال کی حفاظت کا بادشاہ اسلام نے جزیہ کے بدلے ذمہ لیا ہو۔ جیسا کہ فتاوی فیض الرسول، زکاۃ کا بیان، ص ۵۰۱ میں ہے) ہو.... اور بدنی عبادت جیسے نماز اور روزہ، اس میں نیابت مطلقاً مقبول نہیں اور ان دونوں سے مرکب عبادت یعنی مالی وبدنی عبادت جیسے فرض حج، اس میں عاجز ہونے کے وقت نیابت مقبول ہے (لیکن شرائط کے ساتھ)۔

---

(۴۸) حیات القلوب فی زیارت المحبوب، باب دہم دررمی جمار وما یتعلق بها من المسائل واین باب مشتمل است بر شش فصل، فصل چہارم دربیان وقت رمی جمار، ص ۲۱۸

(۴۹) تنویر الأبصار وشرحه الدرّ المختار، کتاب الحج، باب الحج عن الغیر، ص ۱۷۲

علاّمہ نظام الدین حنفی متوفی ۱۱۶۱ھ اور علماء ہند کی جماعت نے لکھا ہے:(اَلْعِبَادَاتُ ثَلَاثَةُ أَنْوَاعٍ):مَالِيَّةٌ مَحْضَةٌ كَالزَّكَاةِ وَصَدَقَةِ الْفِطْرِ، وَبَدَنِيَّةٌ مَحْضَةٌ كَالصَّلَاةِ وَالصَّوْمِ ،وَمُرَكَّبَةٌ مِنْهُمَا كَالْحَجِّ وَالْإِنَابَةُ تَجْرِي فِي النَّوْعِ الْأَوَّلِ فِي حَالَتَيْ الِاخْتِيَارِ وَالِاضْطِرَارِ وَلَا تَجْرِي فِي النَّوْعِ الثَّانِي وَتَجْرِي فِي النَّوْعِ الثَّالِثِ عِنْدَ الْعَجْزِ، كَذَا فِي "الْكَافِي"۔[۵۰]

یعنی عبادات کی تین قسمیں ہیں۔

(۱) صرف مالی عبادت: جیسے زکوۃ اور صدقۂ فطر۔

(۲) بدنی عبادت: جیسے نماز و روزہ۔

(۳) مالی وبدنی عبادت جیسے حج۔

اور محض مالی عبادت میں نیابت جاری ہو سکتی ہے خواہ حالتِ اختیار ہو یا حالتِ اضطرار، اور بدنی عبادت میں نیابت جاری نہیں ہو سکتی، اور مالی وبدنی عبادت میں نیابت عاجز ہونے کے وقت جاری ہو سکتی ہے۔ اسی طرح "کافی" میں ہے۔

اور صدر الشریعہ محمد امجد علی اعظمی حنفی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں:

عبادت تین قسم ہے: ۱۔ بدنی۔ ۲ مالی ۳۔ مرکب۔

عبادت بدنی میں نیابت نہیں ہو سکتی یعنی ایک کی طرف سے دوسرا ادا نہیں کر سکتا۔ جیسے نماز، روزہ۔

(۵۰) الفتاوی الهندية، کتاب المناسک، الباب الرابع عشر فی الحج عن الغیر، ۱/۲۵۷

مالی میں نیابت بہر حال جاری ہو سکتی ہے جیسے زکاۃ وصدقہ۔

مرکب میں اگر عاجز ہو تو دوسرا اس کی طرف سے کر سکتا ہے ورنہ نہیں جیسے حج۔(۵۱)

پھر اُس کا حلق کر دیا جائے اور باقی رہا طوافِ زیارت، سعی، اور طوافِ وداع وہ اسے وہیل چیئر پر کروادیئے جائیں، اور اس سبب سے اُس پر کچھ لازم نہ ہو گا۔

چنانچہ علّامہ رحمت اللہ سندھی اور ملّا علی قاری لکھتے ہیں: (وإن کان) أی ترکہُ (بعذرٍ، لاشیء علیہ)۔(۵۲)

یعنی، عذر کے سبب پیدل طواف نہ کرنے والے پر کچھ لازم نہیں آئے گا۔

اور علّامہ رحمت اللہ سندھی لکھتے ہیں: ولَو سَعی کلَّہ أوْ أکثرَہ رَاکباً أومحمولاً بلا عُذرٍ، فعَلیہ دَمٌ، وإن کانَ بعذُر فلا شیء علیہ۔(۵۳)

یعنی، اگر کسی نے مکمل یا اکثر سعی سوار ہو کر ادا کی یا اس حالت میں کہ اُسے اُٹھایا گیا ہو تو اُس پر دم لازم ہو گا، اور اگر ایسا عذر کے سبب کیا ہو تو اُس پر کچھ لازم نہیں ہو گا۔

(۵۱) بہار شریعت، حج بدل کا بیان، ۱/۱۲۰۱

(۵۲) لباب المناسک وشرحہ المسلک المتقسط فی المنسک المتوسط، باب أنواع الأطوفۃ وأحکامھا، الرابع: المشی فیہ للقادر، ۲۱۵

(۵۳) لباب المناسک وعباب المسالک، باب الجنایات، النوع الخامس: فی الجنایات فی أفعال الحج کالطواف والسعی، فصل فی الجنایۃ فی السعی، ص۲۱۸

اور طوافِ زیارت اس لئے کہ یہ حج کا دوسرا رکن ہے، اس کی ادائیگی کے بغیر حج مکمل ہی نہ ہو گا۔

چنانچہ علامہ ابو منصور محمد بن مکرّم بن شعبان کرمانی حنفی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں: الرُّکن الآخرُ هو: طوَاف الزّيارة؛ لقوله تعالىٰ: (ثُمَّ لْيَقْضُوا تَفَثَهُمْ وَلْيُوفُوا نُذُورَهُمْ وَلْيَطَّوَّفُوا بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ)۔ (۵۴)

یعنی، حج کا دوسرا فرض طوافِ زیارت ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: {پھر اپنا میل کچیل اُتاریں اور اپنی منتیں پوری کریں اور اس آزاد گھر کا طواف کریں} (کنز الایمان)۔

اور آگے لکھتے ہیں: أنه فرضٌ لا يتمّ الحجّ بدونه۔ (۵۵)

یعنی، طوافِ زیارت فرض ہے لہذا حج اس کے بغیر مکمل نہیں ہو گا اور سعی واجب ہے۔

چنانچہ امام سرخسی حنفی لکھتے ہیں: لِأَنَّ السَّعْيَ وَاجِبٌ، وَلَيْسَ بِرُكْنٍ عِنْدَنَا. الْحَجُّ وَالْعُمْرَةُ فِي ذَلِكَ سَوَاءٌ۔ (۵۶)

یعنی، بے شک سعی واجب ہے، اور یہ ہمارے نزدیک رکن نہیں ہے، (اور) حج اور عمرہ اس میں برابر ہیں۔

---

(۵۴) المسالک فی المناسک، القسم الثانی فی بیان نسک الحج من فرائضه وسننه وآدابه وغیر ذلک، فصل فی بیان فرائض الحج وسننه وبیان کیفیة الإحرام وآدابه، ۳۲۰/۱

(۵۵) المسالک فی المناسک، القسم الثانی فی بیان نسک الحج من فرائضه وسننه وآدابه وغیر ذلک، فصل فی بیان أنواع الأطوفة، ۴۲۶/۱

(۵۶) کتاب المبسوط للسّرخسی، کتاب المناسک، باب السعی بین الصفا والمروة، ۴۵/۲

اور علّامہ رحمت اللہ سندھی اور مُلّا علی قاری لکھتے ہیں:(والسعیُ بیْنَ المَروَتین)أی بَین الصفَا والمروَۃ۔(۵۷)

یعنی، صفا اور مروہ کے درمیان سعی حج کے واجبات سے ہے۔

اور آفاقی کے حق میں طوافِ وَداع واجب ہے۔

چنانچہ امام علاء الدین ابو بکر بن مسعود کاسانی حنفی متوفی ۵۸۷ھ لکھتے ہیں: فَطَوَافُ الصَّدْرِ: وَاجِبٌ عِنْدَنَا۔(۵۸)

یعنی، طوافِ صدر ہمارے نزدیک واجب ہے۔

اور علّامہ رحمت اللہ سندھی اور مُلّا علی قاری لکھتے ہیں:(فطوَاف الصَّدَر) ....أی الوَدَاع (للآفاقی)۔ (۵۹)

یعنی، طوافِ صدر یعنی طوافِ وَداع آفاقی کے لئے واجب ہے۔

اس طرح اُن کا حج مکمل ہو سکتا ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم

یوم السبت ۲ ذوالحجہ ۱۴۴۰ھ۔ ۳، اگست ۲۰۱۹م

احرام

---

(۵۷)لباب المناسک وشرحہ المسلک المتقسط فی المنسک المتوسط ،باب فرائض الحَج وواجباتہ وسُننہ ومُستحباتہ ومکروہاتہ، فصل: فی واجباتہ، ص۹۴۔۹۵

(۵۸)بدائع الصّنائع فی ترتیب الشرائع ، کتاب الحج، فصل فی طواف الصدر، ۱۰۴/۳

(۵۹)لباب المناسک وشرحہ المسلک المتقسط فی المنسک المتوسط ،باب فرائض الحَج وواجباتہ وسُننہ ومُستحباتہ ومکروہاتہ ، فصل: فی واجبات الحج ، الواجبات الخاصۃ لغیر المکی، ص۱۰۰

محرم بھول جائے کہ کس کا احرام باندھا تھا تو کیا حکم ہو گا؟

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کو بھولنے کی بیماری تھی اُس نے میقات سے احرام باندھا اور منی روانگی کو دن بھی کم تھے اور اُسے یاد نہ رہا کہ اُس نے عمرہ کا احرام باندھا ہے یا حج کا تو ایسے شخص کے لئے کیا حکم ہو گا؟

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورتِ مسئولہ میں اُس پر حج اور عمرہ دونوں لازم ہوں گے، اور وہ شرعاً قارن نہیں ہو گا۔

چنانچہ قاضیخان امام فخر الدین حسن بن منصور اوزجندی حنفی متوفی ۵۹۲ھ اور ان کے حوالے سے علّامہ ابو الحسن علاء الدین علی بن بلبان فارسی حنفی متوفی ۷۳۹ھ نقل کرتے ہیں: **إذا أحـــــرمَ بشیءٍ ونَسِیَه لزِمَه حَجة و عُمرَة۔** (۶۰)

یعنی، جب کسی شے کا احرام باندھا اور بھول گیا تو اُس پر حج اور عمرہ لازم ہے۔

اور علّامہ ابن بلبان حنفی "محیط رضوی" (ل/۲۱۸) کے حوالے سے نقل کرتے ہیں: **لو أحرمَ بشیءٍ بعینه ثمّ نَسِیَه لزِمَه حَجة**

---

(۶۰) فتاوی قاضیخان بھامش الفتاوی الھندیّۃ، کتاب الحج، فصل فی القران، ۱/۳۰۳
عمدۃ السالک فی المناسک، الباب العاشر: فی الإحرام و کیفیتہ، فصل فی من نسی ما أحرم بہ، ص۲۹۹

وعُمرَۃ، کمن ترکَ صَلَاۃً مِنْ یوْمٍ ولیلَۃٍ وَقد نسیَھَا، یقْضی صلَاۃَ یومٍ ولیْلۃ۔[۶۱]

یعنی، اگر کسی نے معین شے کے ساتھ احرام باندھا پھر اُسے بھول گیا تو اُس پر حج اور عمرہ کرنا لازم ہو گا، جیسے کسی نے ایک دن اور ایک رات میں سے نماز چھوڑدی اور اُسے بھول گیا (کہ وہ کون سی تھی؟) تو وہ ایک دن اور ایک رات کی نماز قضاء کرے گا۔

اور اس صورت میں پہلے وہ عمرہ کے افعال ادا کرے گا۔

چنانچہ علّامہ ابن بلبان حنفی "محیط رضوی" (ل/ ۲۱۸) کے حوالے سے نقل کرتے ہیں: وَیقدِّمُ أفعَالَ العمرَۃِ عَلی الحجِّ۔[۶۲]

یعنی، وہ عمرہ کے افعال کو حج سے پہلے ادا کرے گا۔

اور اس صورت میں وہ قارن نہیں ہو گا۔

چنانچہ لکھتے ہیں: ولا یکون قارِناً۔[۶۳]

یعنی، اور وہ قارن نہیں ہو گا۔

اور نہ ہی اُس پر دم قران یعنی دمِ شکر لازم ہو گا۔

---

(۶۱) عمدۃ السالک فی المناسک، الباب العاشر: فی الإحرام و کیفیتہ، فصل فی من نسی ما أحرم بہ، ص۲۹۹

(۶۲) عمدۃ السالک فی المناسک، الباب العاشر: فی الإحرام و کیفیتہ، فصل فی من نسی ما أحرم بہ، ص۲۹۹

(۶۳) عمدۃ السالک فی المناسک، الباب العاشر: فی الإحرام و کیفیتہ، فصل فی من نسی ما أحرم بہ، ص۲۹۹

چنانچہ لکھتے ہیں: وَلا یلْزمه هَدیُ القِران۔(٦٤)

یعنی، اور اُس پر دمِ قران لازم نہ ہو گا۔

خلاصۂ کلام یہ کہ اُس پر حج اور عمرہ دونوں لازم ہوں گے، اور وہ حج قران کے افعال بجالائے اور وہ یوں کہ پہلے عمرہ کرے پھر حج مگر قِران کی قربانی اس کے ذمہ واجب نہیں ہو گی۔

چنانچہ صدرالشریعہ محمد امجد علی اعظمی حنفی متوفی ١٣٦٧ھ لکھتے ہیں: احرام باندھا اور یاد نہیں کہ کس کا باندھا تھا تو دونوں واجب ہیں یعنی قران کے افعال بجالائے کہ پہلے عمرہ کرے پھر حج مگر قِران کی قربانی اس کے ذمہ نہیں۔(٦٥)

واللہ تعالیٰ اعلم

سفر

خالہ کا بالغ یا مراہق بھانجے کے ہمراہ سفر عمرہ پر جانے کا حکم؟

الإستفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید اور اس کے گھر والے یعنی بیوی زینب، دولڑکے احمد و محمود، اور ایک زید کی بہن شبنم عمرہ کرنے جارہے ہیں، احمد کی عمر چودہ سال سات ماہ ہے، زید اور اس کے گھر والوں کے ساتھ ہندہ بھی عمرہ کرنا چاہتی ہے جو کہ زید کی سالی اور احمد کی خالہ ہے، تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ ہندہ ان کے ساتھ عمرہ کرنے جاسکتی ہے یا نہیں؟ جواب عنایت فرما کر شکریہ کا موقع دیں۔

(٦٤) عمدة السالک فی المناسک، الباب العاشر: فی الإحرام و کیفیته، فصل فی من نسی ما أحرم به، ص ٢٩٩

(٦٥) بہارِ شریعت، احرام کا بیان، ١/٦ ١٠٧

(السائل: محمد شاکر خان رضوی دھار ایم پی، انڈیا، الحلقة العلمية)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورتِ مسئولہ میں ہندہ اپنے بھانجے احمد کے ساتھ سفر کرسکتی ہے بشرطیکہ وہ عاقل ومامون ہو کیونکہ بھانجے کا اپنی خالہ سے نکاح دائمی حرام ہے۔

چنانچہ قرآن کریم میں ہے: حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ .... خٰلٰتُكُمْ[٦٦]

ترجمہ، حرام ہوئیں تم پر تمہاری خالائیں (کنزالایمان)

اور جس سے نکاح کی حُرمت دائمی ہو، اُسے مَحرم کہتے ہیں۔

چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی متوفی ١١٧٤ھ لکھتے ہیں: مراد به مَحرم کسی ست که حرام باشدبروی نکاح آن زن بروجه ابد برابرست۔[٦٧]

یعنی، محرم سے مراد وہ شخص ہے: جس سے عورت کا نکاح ہمیشہ کے لئے حرام ہے۔

اس سے ثابت ہوا کہ خالہ کے حق میں بھانجہ محرم ہوتا ہے، اور مَحرم کے ہمراہ سفر جائز ہے۔

چنانچہ حدیث شریف میں ہے: لاَ تُسَافِرِ الْمَرْأَةُ إِلَّا مَعَ ذِي مَحْرَمٍ.[٦٨]

یعنی، عورت نہ سفر کرے مگر مَحرم کے ساتھ۔

---

(٦٦) النساء ٤/٢٣

(٦٧) حیاۃ القلوب، فصل دویم: در بیان شرائط حج، نوع دویم در ذکر شرائط وجوب اداء حج، ص ٣٢

(٦٨) صحیح البخاری، کتاب جزاء الصّید، باب حجّ النّساء برقم ١٨٦٢، ١/٤٥٨

لہذا ہندہ بھانجے احمد کی موجودگی میں زید اور اُس کے اہلِ خانہ کے ہمراہ سفر عمرہ پر جاسکتی ہے بشرطیکہ بھانجہ عاقل ومامون (یعنی اُس سے امن) ہو، کیونکہ محرم کا عاقل ومامون ہونا بھی شرط ہے۔

چنانچہ علامہ حسن بن منصور قاضی خان حنفی متوفی ۵۹۲ھ لکھتے ہیں:

وَيَكُوْنُ مَأْمُوْنًا عَاقِلًا بَالِغًا حُرًّا كَانَ أَوْ عَبْدًا كَافِرًا كَانَ أَوْ مُسْلِمًا.(٦٩)

یعنی، مَحرم مامون، عاقل، اور بالغ ہونا چاہیے، خواہ وہ آزاد ہو یا غلام، یونہی کافر ہو یا مسلمان۔

اور احمد اگرچہ نابالغ ہو جب بھی یہی حکم ہے، کیونکہ احمد اگر نابالغ ہو، جب بھی مراہق (یعنی بالغ ہونے کے قریب) ضرور ہے، اور مراہق حکماً بالغ کی مثل ہے۔

چنانچہ علامہ ابو بکر بن علی حدادزبیدی حنفی متوفی ۸۰۰ھ لکھتے ہیں:

وَالْمُرَاهِقُ كَالْبَالِغِ۔(٧٠)

یعنی، مراہق بالغ کی مثل ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ ہندہ احمد کی موجودگی میں زید اور اُس کے اہلِ خانہ کے ہمراہ سفر عمرہ پر جاسکتی ہے بشرطیکہ بھانجہ احمد عاقل ومامون ہو۔

واللہ تعالیٰ اعلم

یوم الخمیس ۱۷ صفر ۱۴۴۱ھ۔۱۶، اکتوبر ۲۰۱۹م

---

(٦٩) الفتاوى الخانية على هامش الهندية، كتاب الحج، ٢٨٣/١

(٧٠) الجوهرة النيرة، كتاب الحج، تحت قوله: ويعتبر في المرأة أن يكون لها محرم يحجّ بها أو زوج، ٣٦٢/١

عورت کا اپنے سوتیلے داماد کے ہمراہ سفر حج یا عمرہ پر جانا کیسا؟

الاِستفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ متین اس مسئلہ میں کہ عورت کو اپنی سوتیلی بیٹی کے شوہر کے ہمراہ کراچی سے سفر حج یا عمرہ پر جانا جائز ہے یا نہیں؟

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورتِ مسئولہ میں عورت کا اپنے سوتیلے داماد کے ہمراہ سفر کو جانا ہرگز جائز نہیں، کیونکہ سوتیلا داماد محرم نہیں ہے۔

اور محرم سے مراد ہر وہ مرد ہے جس سے ہمیشہ کے لیے اُس عورت کا نکاح حرام ہو، خواہ نسب کی وجہ سے، یا دُودھ کے رشتہ سے نکاح کی حرمت ہو، یا سُسرالی رشتہ سے حُرمت آئی ہو۔

چنانچہ امام شمس الدین یوسف بن عمر کادُوری حنفی متوفی ٨٣٢ھ لکھتے ہیں: وتفسيرُ المَحرمِ :كلّ منْ لَا يجُوز منَا كحتهَا علَى التأبيدِ ، إما بالرّحمِ ، أو بالرّضاعِ ، أو بالصّهريةِ۔[٧١]

یعنی، محرم سے مراد ہر وہ مرد ہے جس سے ہمیشہ کے لئے عورت کا نکاح حرام ہو، خواہ نسب کے سبب، یا رضاعت کے سبب، یا سُسرالی رشتے کے سبب۔

اور صدرالشریعہ محمد امجد علی اعظمی حنفی لکھتے ہیں: محرم سے مراد وہ مرد ہے جس سے ہمیشہ کے لیے اُس عورت کا نکاح حرام ہے، خواہ نسب کی

(٧١) جامع المضمرات والمشكلات شرح قدوری، كتاب الحج، أركان العمرة، ٢/٥١٦۔٥١٧

وجہ سے نکاح حرام ہو، جیسے باپ، بیٹا، بھائی وغیرہ یا دُودھ کے رشتہ سے نکاح کی حرمت ہو، جیسے رضاعی بھائی، باپ، بیٹا وغیرہ یا سُسرالی رشتہ سے حُرمت آئی، جیسے خُسر (یعنی، سُسر)، شوہر کا بیٹا وغیرہ۔ [۷۲]

اور زوجہ کی سوتیلی ماں چونکہ محرّمات سے نہیں، لہذا سوتیلی ساس سے نکاح حلال ہے کہ سوتیلی ماں حقیقت میں ماں نہیں۔

چنانچہ قرآنِ کریم میں ہے: وَاُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ [۷۳]

ترجمہ: اور اُن (محرّمات) کے سوا جو رہیں وہ تمہیں حلال ہیں۔ (کنزالایمان)

اور ایک مقام پر ہے: اِنْ اُمَّهٰتُهُمْ اِلَّا الّٰٓـئِیْ وَلَدْنَهُمْ. [۷٤]

ترجمہ، ان کی مائیں تو وہی ہیں جن سے وہ پیدا ہیں (کنزالایمان)

اور امام احمد رضا خان حنفی لکھتے ہیں: زوجہ کی سوتیلی ماں سے نکاح جائز ہے کہ سوتیلی ماں ماں نہیں ہوتی۔ قال الله تعالی اِنْ اُمَّهٰتُهُمْ اِلَّا الّٰٓـئِیْ وَلَدْنَهُمْ، وقال تعالی وَاُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ

(یعنی) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ان کی مائیں صرف وہی ہیں جنھوں نے ان کو جنم دیا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: انکے ماسوا تمہارے لیے حلال قرار دی گئی ہیں۔ [۷۵]

(۷۲) بہار شریعت، حج کا بیان، وجوبِ ادا کے شرائط، ۱/ ۱۰۴۴

(۷۳) النساء ٤/ ٢٤

(٧٤) المجادلة ٥٨/ ٢

(۷۵) فتاوی رضویہ، کتاب النکاح، سوتیلی ساس سے نکاح جائز ہے، ۱۱/ ۲۷۰

اور جب اس سے نکاح جائز ہے تو معلوم ہوا کہ عورت کے لئے سوتیلی بیٹی کا شوہر مَحرم نہیں کیونکہ مَحرم سے نکاح روا (یعنی جائز) نہیں جیسا کہ گزرا، اور جب سوتیلا داماد مَحرم نہیں، تو اس کے ساتھ سفر حج یا عمرہ پر جانا بلا محرم ہی جانا ہوا، لہٰذا عورت کا اپنے سوتیلے داماد کے ہمراہ سفر یقیناً ناجائز ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم

یوم الجمعۃ، ۲۰ محرم ۱۴۴۱ھ۔ ۱۹ ستمبر ۲۰۱۹م

میقات

بلا احرام ذوالحلیفہ تجاوز کر کے جحفہ سے احرام باندھنے کا حکم؟

الاِستفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہم مدینہ شریف سے مکہ مکرمہ کے لئے روانہ ہوئے تو راستے میں معلوم ہوا کہ بس میں دو خواتین ایسی ہیں کہ جنہوں نے مدینہ منورہ کی میقات سے احرام نہیں باندھا جب ہم نے معلوم کیا تو پتا چلا کہ میقات جحفہ کی محاذات ابھی ۵۰ کلومیٹر کی دوری پر ہے اور ان خواتین نے اسی وقت احرام باندھ لیا، کیا ان خواتین کا احرام درست ہو جائے گا یا نہیں، اگر درست ہے تو اُن پر کچھ لازم آئے گا یا نہیں؟ (السائل: عمیر، عامر ٹریولز، کراچی)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورتِ مسئولہ میں اُن خواتین کا احرام درست ہو جائے گا اور اُن پر کچھ لازم نہیں آئے گا، مگر ایسا کرنا خلافِ سنت ہے۔

چنانچہ شیخ الاسلام مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

ہرکسی که برراه خودد و میقات وارد چنانکه اہل مدینه که

ذوالحليفه وجحفه ہر دو در راه دارند پس جائزست كه تجاوز كند ذوالحليفه را واحرام بندد از جحفه ولازم نيايدبروى دَم يعنى ذبح شاة وليكن فعل مكروه كرده باشد زير انكه احرام بست پيغمبر خداصلى الله عليه وسلم از ذوالحليفه پس مخالفة آن مكروه باشد واين مذہب ما ست واما نزد مالك وشافعى و احمد پس لازم ست دم بروے۔(٧٦)

یعنی، جس کی راہ میں دو میقاتیں آئیں جیسا کہ اہلِ مدینہ منورہ کی راہ میں ذوالحلیفہ اور جحفہ دو میقات آتی ہیں تو اہلِ مدینہ منورہ کا بلا احرام ذوالحلیفہ تجاوز کرنے کے بعد جحفہ سے احرام باندھنا جائز ہے اور ایسا کرنے پر دم یعنی بکری ذبح کرنا بھی لازم نہیں، لیکن ایسا کرنا مکروہ ہے کیونکہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ذوالحلیفہ سے احرام باندھا ہے لہذا سنت کی مخالفت کے سبب مکروہ ہے اور یہ ہمارا مذہب ہے جبکہ امام مالک، امام شافعی اور امام احمد رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُم کے نزدیک اس فعل پر دم لازم آتا ہے۔

علّامہ عبد الغنی بن طالب حنفی متوفی ۱۲۹۸ھ لکھتے ہیں: لأن الواجبَ على من مرّ بميقاتَينِ أن لا يتجَاوز آخرهُما إلّا مُحرماً ومن الأولِ أفضل۔(٧٧)

(٧٦) حیاۃ القلوب، باب اول در بیان احرام، فصل دُویم در بیان مواقیت احرام حج وعُمرہ، ص ۵۷

(٧٧) اللباب فى شرح الكتاب، كتاب الحج، تحت قوله: ولأهل اليمنِ يلملم، ۱۶۶-۱۶۵/۳-۱

یعنی، دو میقاتوں سے گزرنے والے پر واجب ہے کہ دونوں میں سے آخری میقات حالتِ احرام میں تجاوز کرے، اور پہلی میقات سے احرام باندھنا افضل ہے۔

اور صدر الشریعہ محمد امجد علی اعظمی حنفی متوفی ۱۳٦۷ھ لکھتے ہیں: جو شخص دو میقاتوں سے گزرا، مثلاً شامی کہ مدینہ منورہ کی راہ سے ذُوالحلیفہ آیا اور وہاں سے جحفہ کو تو افضل یہ ہے کہ پہلی میقات پر احرام باندھے اور دوسری پر باندھا جب بھی حرج نہیں۔(٧٨)

واللہ تعالیٰ اعلم

یوم الأحد، ۲۰ صفر ۱۴۴۱ھ۔۱۹، اکتوبر ۲۰۱۹م

کیا مکہ مکرمہ والے مکہ ہی سے احرامِ عمرہ باندھ سکتے ہیں؟

الإستفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ مفتی عبد الرحمٰن عابد (فاضل مدینہ یونیورسٹی) کا ایک ویڈیو حج و عمرہ گروپ میں بہت وائرل ہو رہا ہے، جس میں وہ یہ کہتا ہے کہ مکہ والے حج عمرہ کرنا چاہیں تو اپنے گھر سے ہی احرام باندھیں گے، اُنہیں مکہ سے باہر جانے کی بھی ضرورت نہیں ہے، اور اُس کی دلیل نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا فرمان ہے جس کا مفہوم کچھ یوں ہے ”مکہ مکرمہ والے مکہ سے احرام باندھیں“ یونہی اُس نے کہا کہ جو شخص مکہ مکرمہ چلا جائے اور دوبارہ عمرہ کرنا چاہے، تو وہ اپنے ہوٹل سے احرام باندھ کر دوبارہ عمرہ کر سکتا ہے، اور اگر وہ حِل (یعنی، حرم سے باہر اور میقات کے اندر) میں جانا

---

(٧٨) بہار شریعت، حج کا بیان، میقات کا بیان، ۱/۱۰٦۸

چاہتاہے تواِس کی بھی اجازت ہے، اوراس بات پر حدیثِ عائشہ رَضِيَ ٱللَّهُ عَنۡهَا کوبطورِ دلیل پیش کرتاہے، برائے مہربانی آپ اس بات کی رہنمائی فرمائیں کہ آیااِس شخص کی مذکورہ باتیں درست ہیں یانہیں؟

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب:۔ صورتِ مسئولہ میں یہ حدیث شریف ضرورہے کہ مکہ مکرمہ والے مکہ سے احرام باندھیں۔

چنانچہ امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ٢٥٦ھ روایت نقل کرتے ہیں: عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَّتَ لِأَهْلِ الْمَدِينَةِ ذَاالْحُلَيْفَةِ، وَلِأَهْلِ الشَّامِ الْجُحْفَةَ، وَلِأَهْلِ نَجْدٍ قَرْنَ الْمَنَازِلِ، وَلِأَهْلِ الْيَمَنِ يَلَمْلَمَ، هُنَّ لَهُنَّ، وَلِمَنْ أَتَى عَلَيْهِنَّ مِنْ غَيْرِهِنَّ مِمَّنْ أَرَادَ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ، وَمَنْ كَانَ دُونَ ذٰلِكَ، فَمِنْ حَيْثُ أَنْشَأَ حَتَّى أَهْلُ مَكَّةَ مِنْ مَكَّةَ۔ (٧٩)

یعنی، حضرت ابن عباس رَضِيَ ٱللَّهُ عَنۡهُمَا سے روایت ہے فرمایا: بے شک نبی کریم صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ نے اہل مدینہ کے لئے ذوالحلیفہ، اہل شام کے لئے جحفہ، اہل نجد کے لئے قرن المنازل، اہل یمن کے لئے یلملم کومیقات مقرر فرمایا ہے، یہ مواقیت اِن لوگوں کے لئے بھی ہیں، اوردوسروں کے لئے بھی جواِن

(٧٩) صحيح البخاري، كتاب الحج، باب مهلّ أهل مكة للحجّ والعمرة، برقم ١٥٢٤، ٣٧٦/١

پر سے حج اور عمرہ کے ارادے سے گزریں اور جو اِن مواقیت کے اندر ہو تو وہ جہاں سے چلے وہیں سے احرام باندھے، یہاں تک کہ مکہ مکرمہ والے مکہ سے۔

اس روایت کو امام ابو الحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ نے "صحیح مسلم"[٨٠] میں، امام ابو عبد الرحمن احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ نے "سُنَن النّسائی"[٨١] میں، امام ابو بکر محمد بن اسحٰق بن خزیمہ نیساپوری متوفی ۳۱۱ھ نے "صحیح ابن خزیمۃ"[٨٢] میں، امام ابو بکر احمد بن حسین بن علی بیہقی متوفی ۴۵۸ھ نے "السُّنَن الکُبری"[٨٣] میں، اور علّامہ ولی الدین ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ تبریزی متوفی ۷۴۱ھ نے "مشکوۃ المصابیح"[٨٤] میں نقل کیا ہے۔

لیکن یہ حکم احرامِ عمرہ کے لئے نہیں، بلکہ احرامِ حج کے ساتھ خاص ہے۔

---

(٨٠) صحیح مسلم، کتاب الحج، باب مواقیت الحج والعمرۃ، برقم ۱۲۔۱۱۸۱، ۲/۸۳۹

(٨١) سُنَن النّسائی، کتاب مناسک الحج، باب من کان أھلہ دون المیقات، برقم ۵، ۲۶۵۴۔۲/۱۲۹

(٨٢) صحیح ابن خزیمہ، کتاب المناسک، باب إحرام أھل المناھل التی ھی أقرب إلی الحرم، برقم ۲، ۲۵۹۰/۱۲۳۱

(٨٣) السُّنَن الکُبری، کتاب الحج، باب المواقیت لأھلھا ولکل من مر بھا ممن أراد حجاً أو عمرۃ، برقم ۵، ۸۹۲۱/۴۳

(٨٤) مشکاۃ المصابیح، کتاب المناسک، الفصل الأول، برقم ۲۵۱۶۔۱، ۱۲۔۲/۴۶۹

چنانچہ اس حدیث شریف کے تحت علّامہ ابو سلیمان حمد بن محمد خطّابی شافعی متوفی ۳۸۸ھ لکھتے ہیں: وھٰذا فِی الحجِّ۔(۸۵)

یعنی، یہ حکم حج میں ہے (نہ کہ عمرہ میں)۔

علّامہ ابن بطّال مالکی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں: أن مَعنی قَوله علَیه السّلام فِی حَدیثِ ابن عَبّاس: (حتّی أهلُ مکَّة یهلّون مِن مکةَ) أنّه أرَادَ الإحرَام بِالحجّ فقَط، دوُن الإحرام بِالعُمرَة۔(۸۶)

یعنی، بے شک حضرت ابن عباس رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُمَا کی حدیث ''مکہ مکرمہ والے مکہ سے احرام باندھیں'' میں نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّم کے فرمان سے مراد صرف حج کا احرام ہے نہ یہ کہ عمرہ کا احرام بھی مکہ سے باندھیں۔

امام شرف الدین حسین بن محمد بن عبد اللہ طیّبی شافعی متوفی ۷۴۳ھ لکھتے ہیں: (حَتّٰی أَهلُ مَکَّةَ یُهِلُّونَ مِنهَا)....الحَدِیث مَخصُوص بِالحَجّ۔(۸۷)

یعنی، مکہ مکرمہ والے مکہ سے احرام باندھیں، یہ حدیث حج کے ساتھ مخصوص ہے۔

علّامہ محمد بن یوسف کرمانی شافعی متوفی ۷۸۶ھ لکھتے ہیں: انّ أهلَ مکّة یُهلُّون مِن جوف مَکة وَهذا فِی الحجّ۔(۸۸)

---

(۸۵) أعلامُ السُّنَن فی شرح صحیح البُخاری، کتاب المناسک، باب مهلّ أهل مکة للحجّ والعمرة، ۱/۴۳۳

(۸۶) شرح صحیح البخاری، کتاب الحج، باب مهلّ أهل مکة للحجّ والعمرة، ۴/۱۹۵

(۸۷) شرح الطّیبی علی مشکاة المصابیح، کتاب المناسک، الفصل الأول، ۵/۲۴۹

یعنی، مکہ مکرمہ والے مکہ سے احرام باندھیں گے اور یہ حکم حج میں ہے (نہ کہ عمرہ میں)۔

امام شہاب الدین ابو العباس احمد بن حسین بن علی بن رسلان شافعی متوفی ۸۴۴ھ لکھتے ہیں: (حَتَّى أَهْلُ)....(مَكَّةَ يُهِلُّونَ)..... (مِنْهَا) أي: من مكّة، وَلَا يَحْتَاجُونَ إِلَى الْخُرُوجِ إِلَى الْمِيقَاتِ لِلْإِحْرَامِ مِنْهُ، وَهٰذَا خَاصٌّ بِالْحَاجِّ۔(۸۹)

یعنی، مکہ مکرمہ والے مکہ سے احرام باندھیں، اور مکہ والے کو احرام کے لئے میقات کی طرف نکلنے کی حاجت نہیں، اور یہ حکم حج کرنے والے کے ساتھ خاص ہے۔

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں: (مِنْ مَكَّةَ) أَيْ لَا يَحْتَاجُونَ إِلَى الْخُرُوجِ إِلَى الْمِيقَاتِ لِلْإِحْرَامِ مِنْهُ بَلْ يُحْرِمُونَ مِنْ مَكَّةَ كَالْآفَاقِيِّ الَّذِي بَيْنَ الْمِيقَاتِ وَمَكَّةَ فَإِنَّهُ يُحْرِمُ مِنْ مَكَانِهِ وَلَا يَحْتَاجُ إِلَى الرُّجُوعِ إِلَى الْمِيقَاتِ لِيُحْرِمَ مِنْهُ، وَهَذَا خَاصٌّ بِالْحَاجِّ۔(۹۰)

---

(۸۸) تحقيق الكواكب الدرارى شرح البخارى، كتاب الحج، باب مهلّ أهل مكة للحجّ والعمرة، ۶۲/۴

(۸۹) شرح سُنَن أبى داوٗد لابن رَسْلان، كتاب المناسک، باب فى المواقيت، ۲۲۶/۸

(۹۰) فتح البارى شرح صحيح البخارى، كتاب الحج، باب مهلّ أهل مكة للحجّ والعمرة، ۴۹۳/۴

یعنی، مکہ مکرمہ والے مکہ سے احرام باندھیں، یعنی مکہ والے کو احرام کے لئے میقات کی طرف نکلنے کی حاجت نہیں بلکہ مکہ سے احرام باندھ لیں، جیسے وہ آفاقی جو میقات اور مکہ کے درمیان ہو (یعنی حِل میں) تو وہ اپنی جگہ سے احرام باندھے گا، اور اُسے احرام کے لئے میقات کی طرف لوٹنے کی ضرورت نہیں، اور یہ حکم حج کرنے والے کے ساتھ خاص ہے۔

علّامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں: (حَتَّى أهل مَكَّة من مَكَّة) يَعْنِي: إِذا قصد الْمَكِّيّ الْحَج فمهلّه من مَكَّة۔[۹۱]

یعنی، مکہ مکرمہ والے مکہ سے احرام باندھیں یعنی: مکہ مکرمہ والا جب حج کا ارادہ کرے، تو اِس کا احرام مکہ سے باندھے۔

شیخ الاسلام ابو یحیی زکریا بن محمد انصاری شافعی متوفی ۹۲۶ھ لکھتے ہیں: (حَتَّى أهل مَكَّة) أي منْ هُم بِها يُهِلُّونَ بالحجّ (من مَكَّة) كما أن منْ بين مكّة والميقات يحرمُ مِن مكَانِه۔[۹۲]

یعنی، مکہ مکرمہ والے یعنی جو مکہ میں ہوں تو حج کا احرام مکہ سے باندھیں جیسا کہ حلّی شخص اپنی جگہ سے احرام باندھے گا۔

امام عبداللہ بن سالم بصری شافعی متوفی ۱۱۳۴ھ لکھتے ہیں: (من مَكَّة)؛ أي: أَهْل مكّة والمُقِيمُوْنَ بِهَا لَايَحْتَاجُونَإِلَى الْخُرُوجِ

(۹۱) عمدة القاری شرح صحیح البخاری، کتاب الحج، باب مهلّ أهل مكة للحجّ والعمرة، ۲۹/۷

(۹۲) تُحفَة البَارِي بشرح صَحيح البخاري، كتاب الحج، باب مهلّ أهل مكة بالحجّ والعمرة، ۳۳۴/۲

إِلَى الْمِيقَاتِ لِلْإِحْرَامِ مِنْهُ، بَلْ يُحْرِمُونَ مِنْ مَكَّةَ كَالْآفَاقِيِّ الَّذِي بَيْنَ الْمِيقَاتِ وَمَكَّةَ، فَإِنَّهُ يُحْرِمُ مِنْ مَكَانِهِ وَلَا يَحْتَاجُ إِلَى الرُّجُوعِ إِلَى الْمِيقَاتِ لِيُحْرِمَ مِنْهُ، وَهٰذَا خَاصٌّ بِالْحَاجِّ۔(۹۳)

یعنی، مکہ مکرمہ والے اوراس میں مقیم شخص کواحرام کے لئے میقات کی طرف جانے کی ضرورت نہیں ہے، بلکہ وہ مکہ سے احرام باندھ لیں، جیسے وہ آفاقی جو میقات اور مکہ کے درمیان ہو، تووہ اپنی جگہ سے احرام باندھے گا، اوراُسے احرام کے لئے میقات کی طرف لوٹنے کی حاجت نہیں، اور یہ حکم حج کرنے والے کے ساتھ خاص ہے۔

ملّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں: (حَتَّى أَهْلُ مَكَّةَ)... (يُهِلُّونَ) أَيْ يُحْرِمُونَ بِالْحَجِّ (مِنْهَا) أَيْ مِنْ مَكَّةَ وَتَوَابِعِهَا مِنْ أَرْضِ الْحَرَمِ۔(۹٤)

یعنی، مکہ مکرمہ والے حج کا احرام مکہ یااِس کے تابع یعنی سرزمین حرم سے احرام باندھیں گے۔

شیخ محقق عبدالحق محدّث دہلوی حنفی متوفی ۱۰۵۲ھ لکھتے ہیں: تاآنکه ساکنان مکه احرام می بندند از مکه واین مخصوص است بحج۔(۹۵)

---

(۹۳) ضیاء السّاری فی مسالک أبواب البخاری، کتاب الحج، باب مهلّ أهل مکة للحجّ والعمرة، ۱۳/۱۴۳

(۹٤) مرقاة المفاتیح، کتاب المناسک، الفصل الأول، ۵/۴۳۰

(۹۵) اشعة اللمعات فارسی، کتاب المناسک، الفصل الأول، ۲/۳۰۵

یعنی، مکہ میں رہنے والے مکہ سے احرام باندھیں اور یہ حکم حج کے ساتھ مخصوص ہے۔

علّامہ محمد تاوُدی بن محمد طالب مالکی متوفی ۱۲۰۹ھ لکھتے ہیں: (حَتَّی أهل مَكَّة من مَكَّة)يَعْنِي فى الإحرام بالحجّ، فلَا يحتَاجُون فيه للخروجِ بخِلاف العُمرة۔(۹٦)

یعنی، مکہ مکرمہ والے مکہ سے احرام باندھیں یعنی حج کا احرام، پس مکہ والوں کو حج میں ''حِل'' کی طرف نکلنے کی حاجت نہیں بخلاف عمرہ کے۔

امام محمد فضیل مالکی متوفی ۱۳۱۸ھ لکھتے ہیں: (حَتَّی أهل مَكَّة من مَكَّة)يَعْنِي: أنّهم يُهِلُّونَ منها، ولَا يخْرُجُون إلى ميقَات مِن المواقيتِ وَلا إلى الحلّ. وَهذا الحُكم خاصٌّ بالحجّ۔(۹۷)

یعنی، مکہ مکرمہ والے مکہ سے احرام باندھیں، مواقیت میں سے کسی میقات کی طرف نہ نکلیں اور نہ ہی ''حِل'' کی طرف، اور یہ حکم حج کے ساتھ خاص ہے۔

---

(۹٦)حاشية التّاوُدیٰ بن سودة على صحيح البُخاري، كتاب الحج، باب مهلّ أهل مكة، ۲/۱٦۱

(۹۷)الفجرالسّاطع على الصّحيح الجامع، كتاب الحج، باب مهلّ أهل مكة للحجّ والعمرة، ۴/۳۳۹

اور مکی کے لئے عمرہ کی میقات مکہ کے بجائے ''حِل'' ہے، کیونکہ نبی کریم ﷺ نے حضرت عبدالرحمٰن رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کو حکم دیا کہ وہ اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا کو ''تنعیم'' سے عمرہ کروائیں۔

چنانچہ حدیث شریف میں ہے: عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ: «أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ أَبِي بَكْرٍ أَنْ يُعْمِرَ عَائِشَةَ مِنَ التَّنْعِيمِ»: قَالَ أبو عِيسى: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ۔(۹۸)

یعنی، حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا سے روایت ہے: ''بے شک نبی کریم ﷺ نے حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا کو حکم فرمایا کہ وہ حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا کو ''تنعیم'' سے عمرہ کروائیں۔ امام ابو عیسی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ نے فرمایا: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

اور فقہاء کرام نے اِسی حدیث سے استدلال فرمایا ہے کہ مکی کے لئے عمرہ کی میقات ''حِل'' ہے۔

چنانچہ امام یحی بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۷ھ لکھتے ہیں: وَأَمَّا مِيقَاتُ الْمَكِّيّ لِلْعُمْرَةِ فَأَدْنَى الْحِلِّ لِحَدِيثِ عَائِشَةَ الْآتِي أَنَّ

(۹۸) سُنَن التّرمذی، کتاب الحج، باب: ماجاء فی العمرة من التنعیم، برقم ۹۳۴، ۷۹/۲

النَّبِيَّ ﷺ أَمَرَهَا فِي الْعُمْرَةِ أَنْ تَخْرُجَ إِلَى التَّنْعِيمِ وَتحرم بالعُمرَةِ منه والتنعيم فِي طَرَفِ الْحِل۔[٩٩]

یعنی، مکی کے لئے عمرہ کی میقات حدیثِ عائشہ رضی اللہ عنہا کی وجہ سے قریبی حِل ہے، بے شک نبی کریم ﷺ نے اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو عمرہ میں مقامِ تنعیم کی طرف احرامِ عمرہ باندھنے کا حکم ارشاد فرمایا تھا، اور تنعیم حل کی طرف ہے۔

امام شرف الدین حسین بن محمد طیبی شافعی لکھتے ہیں: والمذهب أن المعتمرَ يخرج إلى أدنى الحِل، فيعتمر منه؛ لأن النبى ﷺ أمر عَائشَة لما أرادت أن تعتمرَ بعْد التحلّلِ من الحجِّ بأن تخرجَ إلى الحِل فَتحرم۔[١٠٠]

یعنی، مذہب یہ ہے کہ بے شک عمرہ کرنے والا قریبی ''حِل'' کی طرف نکلے گا، پھر حِل سے احرام باندھ کر عمرہ کی ادائیگی کرے گا، کیونکہ اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جب احرامِ حج سے باہر آنے کے بعد عمرہ کا ارادہ کیا تو نبی کریم ﷺ نے اُنہیں حکم دیا کہ تم حِل کی طرف نکل کر احرام باندھو۔

---

(٩٩) شرح النّووی علی صحیح المسلم، کتاب الحج، باب مواقيت الحج والعمرة، ٦٩/٨۔٧

(١٠٠) شرح الطّيبى على مشكاة المصابيح، كتاب المناسک، الفصل الأول، ٢٤٩/٥

علاّمہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں: إِذا قصد الْمَكِّيّ.... الْعُمرَة فمهلُّه من الْحل لقضية عَائِشَة، رَضِي الله تَعَالَى عَنْهَا، حِين أرسَلهَا النَّبِي صلى الله عَلَيْهِ وَسلم مَعَ أَخِيهَا عبد الرَّحْمَن إِلَى التَّنْعِيم لتحْرم مِنْهُ۔(۱۰۱)

یعنی، مکہ مکرمہ والا جب عمرہ کا ارادہ کرے تو اِس کا احرام حِل سے باندھے حضرت عائشہ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا (کے حق میں اُس) فیصلے کی وجہ سے، جب نبی کریم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمْ نے انہیں ان کے بھائی حضرت عبدالرحمن رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ کے ساتھ تنعیم کی طرف بھیجا تھا تاکہ اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا وہاں سے احرام باندھیں۔

شیخ الاسلام ابو یحی زکریا بن محمد انصاری شافعی لکھتے ہیں: أَمّا العُمرَة فيحرمُون بهَا من أدنى الحِلّ.... لأنه صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمْ أمَر عائشَة بالخُروجِ إلى الحِل للإحرامِ بالعمرة۔(۱۰۲)

یعنی، مکہ مکرمہ والے عمرہ کا احرام قریبی حل سے باندھیں، کیونکہ نبی کریم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمْ نے اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا کو احرامِ عمرہ کے لئے حِل کی طرف جانے کا حکم ارشاد فرمایا تھا۔

---

(۱۰۱) عمدة القاری شرح صحیح البخاری، کتاب الحج، باب مهلّ أهل مكة للحجّ والعمرة، ۲۹/۷

(۱۰۲) تُحفَة البَارِی بشرح صَحيح البخاري، کتاب الحج، باب مهلّ أهل مكة بالحجّ والعمرة، ۳۳۴/۲

ملّا علی قاری حنفی لکھتے ہیں: وَالْمَذْهَبُ أَنَّ الْمُعْتَمِرَ يَخْرُجُ إِلَى الْحِلِّ لِأَنَّهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ أَمَرَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا بِالْخُرُوجِ۔(۱۰۳)

یعنی، مذہب یہ ہے کہ عمرہ کرنے والا ''حِل'' کی طرف نکلے گا، کیونکہ حضور نبی کریم ﷺ نے اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو حِل کی طرف جانے کا حکم ارشاد فرمایا تھا۔

اور علماء کرام نے تصریح کی ہے کہ مکہ عمرہ کی میقات نہیں ہے۔

چنانچہ علاّمہ ابو حفص عمر بن علی انصاری شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں: مكّة ليسَت ميقَات عُمرَة ؛ لأنّه عليه السّلام أمرَ عبد الرّحمٰن أن يعمّرَ عائشَة مِن التّنعيْمِ ، وَهُوَ خَارِج الحَرم ، وَهُوَ ظَاهِر أنّها ليسَت مِيقَات عمرَة بَل ميقَات حجّ ، وَهُوَ اتفَاق مِن أئمّة الفتوىٰ أنّ المَكى إذَا أرَاد العُمرَة لا بدَّ له من الخروجِ إلى الْحِلِّ يُهلّ مِنه۔(۱۰۴)

یعنی، مکہ مکرمہ عمرہ کی میقات نہیں ہے، کیونکہ نبی کریم ﷺ نے حضرت عبد الرحمٰن رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ اُم المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو تنعیم سے عمرہ کروائیں، اور ''تنعیم'' حرم سے باہر ہے، اور ظاہر

(۱۰۳) مرقاۃ المفاتیح، کتاب المناسک، الفصل الأول، ۴۳۰/۵

(۱۰۴) التّوضیح لشرحِ الجامع الصّحیح، کتاب الحج، باب ذات عرق لأھل العراق، ۷۳/۱۱

یہی ہے کہ مکہ عمرہ کی میقات نہیں، بلکہ حج کی میقات ہے، اوراسی پر ''اہل فتویٰ''، متفق ہیں کہ مکی جب عمرہ کا ارادہ کرے تو اُسے احرام کے لئے حِل کی طرف نکلنا ضروری ہے۔

اور حدیثِ ابن عباس رَضِیَ اللّٰہُ عَنہُمَا سے بظاہر معلوم ہوا ہے کہ مکہ والے عمرہ کا احرام مکہ سے ہی باندھیں، مگر حدیثِ عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنہَا نے واضح کر دیا ہے کہ مکہ مکرمہ والے عمرہ کا احرام مکہ سے نہیں، بلکہ حِل سے باندھیں گے۔

چنانچہ مفتی محمد شریف الحق امجدی متوفی ۱۴۲۰ھ لکھتے ہیں: اس (یعنی حدیث) سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ عمرے کے لیے بھی احرام مکے والے مکے ہی سے باندھیں گے، مگر یہ ام المومنین حضرت عائشہ والی حدیث سے ثابت ہے کہ مکے والے مکے کے بجائے تنعیم سے عمرے کا احرام باندھیں یا کسی اور جگہ سے جو حدود حرم سے باہر ہو۔[۱۰۵]

اور اب مذاہبِ اربعہ وغیرہ سے متعلق فقہاء کے فتاویٰ بالترتیب ملاحظہ کریں۔

فقہاءِ احناف کے فتاویٰ:۔

(۱۰۵) نزھۃ القاری شرح صحیح البخاری، کتاب المناسک، ۳/ ۴۷

علّامہ ابوالحسن احمد بن محمد قدوری حنفی متوفی۴۲۸ھ لکھتے ہیں:
وَمَنْ كَانَ بِمَكَّةَ فَمِيقَاتُهُ فِي الْحَجِّ الْحَرَمُ وَفِي الْعُمْرَةِ الْحِلُّ۔(١٠٦)
یعنی، جو مکہ میں ہو تو حج میں اُس کی میقات حرم ہے اور عمرہ میں ''حِل'' ہے۔

علّامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی۵۹۳ھ لکھتے ہیں: (وَمَنْ كَانَ بِمَكَّةَ فَوَقْتُهُ فِي الْحَجِّ الْحَرَمُ وَفِي الْعُمْرَةِ الْحِلُّ) لِأَنَّ النَّبِيَّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ أَمَرَ أَصْحَابَهُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ أَنْ يُحْرِمُوا بِالْحَجِّ مِنْ جَوْفِ مَكَّةَ، وَأَمَرَ أَخَا عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنْ يُعْمِرَهَا مِنَ التَّنْعِيمِ وَهُوَ فِي الْحِلِّ۔(١٠٧)
یعنی، جو مکہ میں ہو تو حج میں اُس کی میقات ''حرم'' ہے اور عمرہ میں ''حِل'' کیونکہ نبی کریم ﷺ نے اپنے اصحاب کو حج کے لئے مکہ سے احرام کا حکم ارشاد فرمایا، اور اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا کے بھائی کو حکم فرمایا کہ وہ انہیں ''تنعیم'' سے عمرہ کروائیں، اور ''تنعیم'' حِل میں ہے۔

امام ابوالبرکات عبد اللہ بن احمد نسفی حنفی متوفی۷۱۰ھ لکھتے ہیں:
وَلِلْمَكِّيِّ: الْحَرَمُ لِلْحَجِّ، وَالْحِلُّ لِلْعُمْرَةِ۔(١٠٨)
یعنی، مکی کے لئے حج میں میقات ''حرم'' ہے اور عمرہ میں ''حِل'' ہے۔

---

(١٠٦) مُختصر القُدوری، کتاب الحج، ص٦٦

(١٠٧) الهداية، کتاب الحج، فصل، ا۔٢/ ١٦٣۔١٦٤

(١٠٨) کنز الدّقائق، کتاب الحج، ص٢٢٦

علّامہ مجد الدین عبد اللہ بن محمود حنفی متوفی ٦٨٣ھ لکھتے ہیں: وَمَنْ كَانَ بِمَكَّةَ فَوَقْتُهُ فِي الْحَجِّ الْحَرَمُ، وَفِي الْعُمْرَةِ الْحِلُّ۔[١٠٩]

یعنی، جو مکہ میں ہو تو حج میں اُس کی میقات ''حرم'' ہے اور عمرہ میں ''حِل'' ہے۔

امام مظفر الدین احمد بن علی حنفی متوفی ٦٩٤ھ لکھتے ہیں: وَمَنْ بِمَكَّةَ للعُمرةِ مِن الحِلِّ، وَللحجِّ مِن الحَرمِ۔[١١٠]

یعنی، جو مکہ میں ہو تو عمرہ کے لئے اُس کی میقات ''حِل'' ہے، اور حج کے لئے ''حرم'' ہے۔

علّامہ علاء الدین علی بن بلبان فارسی حنفی متوفی ٧٣٩ھ لکھتے ہیں: وَمَنْ كَانَ بِمَكَّةَ منْ أهلِهَا أو غيرِ أهلِها، فأَرَادَ النُّسُکَ، فمِيُقَاتُه للحجِّ الحرمُ، وللعُمْرَةِ الحِلُّ۔[١١١]

یعنی، جو مکہ مکرمہ میں ہو یعنی اِس کے اہل سے ہو یا اِس کے علاوہ، پھر وہ نُسک کا ارادہ کرے، تو اُس کی میقات حج کے لئے ''حرم'' ہے اور عمرہ کے لئے ''حِل'' ہے۔

علّامہ ابراہیم بن محمد حلبی حنفی متوفی ٩٥٦ھ لکھتے ہیں: وَلِلْمَكِّيِّ: فِي الحجِّ الحرمُ، وَفِی العُمرۃ الْحِلُّ۔[١١٢]

---

(١٠٩) المختار الفتوی، کتاب الحج، ص ٧٩
(١١٠) مجمع البحرین، کتاب الحج، فصل فی وقت الحج ومواقیت الإحرام، ص ٢٢٠
(١١١) عُمدۃ السّالک فی المناسِک، الباب التاسع: فی المواقیت، ص ٢٨١
(١١٢) مُلتقی الأبحُر، کتاب الحج، ص ١٩٦

یعنی، مکی کے لئے حج میں میقات ''حرم'' ہے اور عمرہ میں ''حِل'' ہے۔

علّامہ نظام الدین حنفی متوفی ۱۱۶۱ھ اور علماءِ ہند کی جماعت نے لکھا ہے: وَقْتُ الْمَكِّيِّ لِلْإِحْرَامِ بِالْحَجِّ الْحَرَمُ، وَلِلْعُمْرَةِ الْحِلُّ كَذَا فِي الْكَافِي۔(۱۱۳)

یعنی، احرامِ حج کے لئے مکی کا میقات ''حرم'' ہے اور احرامِ عمرہ کے لئے ''حِل'' ہے، اسی طرح ''کافی'' میں ہے۔

فقہاءِ شوافع کے فتاویٰ:۔

علّامہ ابو اسحاق شیرازی شافعی متوفی ۴۵۵ھ لکھتے ہیں: ومَن كانَ منْ أهل مَكَّة وأرَاد الحَجّ فمِيقَاته منْ مكّة، وإن ارَاد العُمرة فمِيقَاته منْ أدني الحِلّ۔(۱۱۴)

یعنی، جو اہل مکہ سے ہو، اور وہ حج کا ارادہ کرے تو اُس کی میقات مکہ ہے، اور اگر وہ عمرہ کا ارادہ کرے تو اُس کی میقات قریبی حِل ہے۔

امام نجم الدین عبد الغفار بن عبد الکریم قزوینی شافعی متوفی ٦٦٥ھ لکھتے ہیں: ومكانُهُ مكّةُ للمُقيمِبها.... وبِالعُمرَةِ الحِلُّ۔(۱۱۵)

یعنی، (مکہ میں) مقیم کے لئے احرامِ حج کی جگہ مکہ مکرمہ ہے، اور احرامِ عمرہ کی جگہ حِل ہے۔

---

(۱۱۳) الفتاوی الهندية، كتاب المناسك، الباب الثانی فی المواقيت، ۲۲۱/۱

(۱۱٤) المهذب مع شرحه كتاب المجموع للنّووی، كتاب الحج، باب المواقيت، ۱۳۳/۷

(۱۱۵) الحاوِی الصّغِير، باب: الحج والعمرة، الميقات المكانی، ص ۲۳۹

امام ابوزکریا یحیی بن شرف نووی شافعی لکھتے ہیں: إِنْ كَانَ الْمُعْتَمِرُ خَارِجَ الْحَرَمِ، فَمِيقَاتُ عُمْرَتِهِ مِيقَاتُ حَجِّهِ بِلَا فَرْقٍ. وَإِنْ كَانَ فِي الْحَرَمِ مَكِّيًّا كَانَ أَوْ مُقِيمًا بِمَكَّةَ، فَلَهُ مِيقَاتٌ وَاجِبٌ... أَمَّا الْوَاجِبُ فَأَنْ يَخْرُجَ إِلَى أَدْنَى الْحِلِّ وَلَوْ خُطْوَةً مِنْ أَيِّ جَانِبٍ شَاءَ، فَيُحْرِمُ بِهَا۔ (١١٦)

یعنی، اگر عمرہ کرنے والا حرم سے باہر ہو (اور میقات کے اندر ہو) تو اُس کے لئے عمرہ کی میقات بغیر کسی فرق کے وہی ہے جو اُس کے حج کی ہے (یعنی حل)، اور اگر وہ حرم میں ہو خواہ مکی ہو یا مکہ مکرمہ میں مقیم، پس اُس کے لئے میقات واجب ہے، واجب اس طرح کہ اُسے قریبی حل کی طرف نکلنا واجب ہے، اور اگرچہ ایک ہی قدم یعنی حِل میں جہاں سے وہ چاہے تو اِس کا احرام باندھ لے۔

اور علّامہ عبد اللہ بن عبد الرحمٰن متوفی ٩١٨ھ لکھتے ہیں: ومَنْ كانَ بِمَكَّةَ فَيُحْرِمُ بِالحَجِّ مِنْهَا، وبالعُمْرَةِ من أدني الحِلِّ۔ (١١٧)

یعنی، جو مکہ مکرمہ میں ہو تو حج کا احرام مکہ ہی سے باندھے، اور عمرہ کا احرام قریبی حِل سے۔

فقہاءِ مالکیہ کے فتاویٰ:۔

---

(١١٦) روضة الطّالِبين، كتاب الحج، فصل: في ميقات العمرة، ٣٠٥/٢

(١١٧) المقدّمة الحضرميّة في الفقهِ الشّافِعي مع شرحه المنهاج القويم في مسائل التعليم، كتاب الحج والعمرة، فصل: في المواقيت، ص ٤٣٥۔٤٣٦

امام ابن عبد البر قرطبی متوفی ۴٦۳ھ لکھتے ہیں: والمَكِّيُّ يحرمُ بِحجِّه منْ مكّةَ، ويُحرِم لعمرتِه منْ أيِّ الحِلِّ شَاء۔ (۱۱۸)

یعنی، مکی اپنے حج کا احرام مکہ سے باندھے، اور اپنے عمرہ کا احرام کسی بھی حِل سے چاہے، باندھ سکتا ہے۔

قاضی ابو الولید محمد بن احمد قرطبی مالکی متوفی ۵۹۵ھ لکھتے ہیں: أَنَّ الْمَكِّيَّ لَا يُهِلُّ إِلَّا مِنْ جَوْفِ مَكَّةَ إِذَا كَانَ حَاجًّا، وَأَمَّا إِذَا كَانَ مُعْتَمِرًا فَإِنَّهُمْ أَجْمَعُوا عَلَى أَنَّهُ يَلْزَمُهُ أَنْ يَخْرُجَ إِلَى الْحِلِّ، ثُمَّ يُحْرِمَ مِنْهُ۔ (۱۱۹)

یعنی، بے شک حج کرنے والا "مکی" احرام نہیں باندھے گا مگر مکہ سے، اور جب عمرہ کرنے والا ہو، تو فقہاءِ کرام کا اِس پر اجماع ہے کہ وہ "حِل" کی طرف نکلے، پھر وہ اِس سے احرام باندھے۔

امام ابو عبد اللہ محمد بن محمد مالکی متوفی ۹۵۴ھ لکھتے ہیں: وَأما منْ أرَاد الإحرام بالعُمرة فإن.... كَانَ فِي الحرمِ فلَا بدّ من الخرُوج إلى الحِّلِ۔ (۱۲۰)

---

(۱۱۸) الکافی فی فقه أهل المدینة، کتاب الحج، باب المواقیت فی الحجّ وحکمها، ص ۲۰۳

(۱۱۹) بدایة المجتهد ونهایة المقتصد، کتاب الحج، القول فی أنواع هذا النسک، ۱۰۴/۲، الناشر: دار الحدیث القاهرة، تاریخ النشر ۱۴۲۵ھ۔ ۲۰۰۴م

(۱۲۰) الحَطّاب مواهب الجلیل فی شرح مختصر الشّیخ خلیل، کتاب الحج، میقات من منزله بین مکة والمواقیت، ۴۲۰/۳

یعنی، حرم میں موجود شخص احرامِ عمرہ کا ارادہ کرے تو اُسے ”حِل“ کی طرف نکلنا ضروری ہے۔

فقہاءِ حنابلہ کے فتاویٰ:۔

علّامہ موفق الدین ابو محمد عبداللہ بن احمد بن محمد بن قدامہ حنبلی متوفی ٦٢٠ھ لکھتے ہیں: میقَات العُمرة لِلمكي ومنْ فِي الحَرَم، من الحِلّ؛ لما «روت عَائشَة رَضِيَ اللّهُ عَنهَا أنّ النّبيَّ صَلَّى اللّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أمَر أخَاها عبد الرّحمٰن فأعمرهَا من التّنعِيم» متفق عَليه. وكانَت بمَكّة يومَئذ. وَمن أي الحِلّ أحرم جَاز۔[121]

یعنی، مکی اور حرم میں موجود شخص کے لئے عمرہ کی میقات ”حِل“ ہے کیونکہ اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنہَا نے روایت کیا ہے: بے شک نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّم نے اُن کے بھائی حضرت عبد الرحمن رَضِیَ اللّٰہُ عَنہُ کو حکم فرمایا کہ تم انہیں ”تنعیم“ سے عمرہ کرواؤ (متفق علیہ) اور آپ (رَضِیَ اللّٰہُ عَنہَا) اُن دنوں مکہ مکرمہ میں تھیں، اور کسی بھی ”حِل“ سے اُس نے احرام باندھ لیا تو جائز ہے۔

ابو العباس تقی الدین احمد بن تیمیہ حنبلی متوفی ٧٢٨ھ نے لکھا ہے:

وَمَنْ كَانَ مَنْزِلُهُ دُونَ الْمِيقَاتِ فَمِيقَاتُهُ مِنْ مَوْضِعِهِ، حَتَّى أَهْلُ مَكَّةَ يُهِلُّونَ مِنْهَا لِحَجِّهِمْ، وَيُهِلُّونَ لِلْعُمْرَةِ مِنَ الْحِلِّ۔[122]

---

(١٢١) الكافى فى الفقه على مذهب الإمام أحمد بن حنبل، كتاب الحج، باب المواقيت، ١۔٣٢/٤

(١٢٢) شرح عمدة الفقه لابن تيمية، مَسْأَلَةٌ ميقات من دون المواقيت للحج، ٣٢١/٢، مطبوعة: مكتبة العبيكان، رياض، الطبعة الأولى ١٤١٣ھ

یعنی، جو میقات کے اندر ہو، پس اُس کی میقات وہی جگہ ہے، یہاں تک کہ مکہ مکرمہ والے اپنے حج کا احرام مکہ سے باندھیں گے، اور عمرہ کا احرام ''حِل'' سے۔

امام ابو بکر تقی الدین بن ابراہیم حنبلی متوفی ۸۶۱ھ لکھتے ہیں: مَنْ هُو بِمكّةَ أوالحَرم إذا أرادَ العُمرةَ فميقَاتُه من الحلِّ، سواءٌ كانَ مَكّيًّا أو غيرَه۔(۱۲۳)

یعنی، جو مکہ مکرمہ یا حرم شریف میں ہو، اور وہ عمرہ کا ارادہ کرے تو اُس کی میقات ''حِل'' ہے، خواہ مکی ہو یا اِس کے علاوہ۔

علّامہ علاء الدین ابو الحسن علی بن سلیمان مرداوی حنبلی متوفی ۸۸۵ھ لکھتے ہیں: (وَأَهْلُ مَكَّةَ إذَا أَرَادُوا الْعُمْرَةَ: فَمِنْ الْحِلِّ) سَوَاءٌ كَانَ مِنْ أَهْلِهَا، أَوْ مِنْ غَيْرِهِمْ. وَسَوَاءٌ كَانَ فِي مَكَّةَ أَوْ فِي الْحَرَمِ. هَذَا الصَّحِيحُ مِنالْمَذْهَبِ۔(۱۲۴)

یعنی، مکہ مکرمہ والے جب عمرہ کا ارادہ کریں تو حِل سے احرام باندھیں، برابر ہے کہ اہلِ مکہ سے ہو یا اِن کے علاوہ، اور برابر ہے کہ وہ مکہ میں ہو یا حرم میں. یہ صحیح مذہب ہے۔

---

(۱۲۳) حاشية ابن قندس على كتاب الفُروع، كتاب المناسک، باب المواقيت، تحت قوله: الأصح أن ميقات من بمكة.... إلخ، ۳۰۴/۵

(۱۲۴) الإنصاف في معرفة الرّاجح من الخلاف، كتاب المناسک، ميقات أهل مكة في العمرة، ۵۷۷/۱

اور امام شمس الدین محمد بن احمد نابلسی حنبلی متوفی ۱۱۸۸ھ لکھتے ہیں:
وإن أرَادَ مَنْ بمَكّة من أهلِهَا أو غَيرهم وكذَا مَن بالحَرمِ العُمرةَ، فيُحرم بِهَا من الحلِ، وَمن التّنعِيم أفضَل، وهُو أدني الحِلّ إلى مكّة۔[۱۲۵]

یعنی، مکہ میں موجود شخص جب عمرہ کا ارادہ کرے تو اِس کا احرام حل سے باندھے خواہ مکہ والوں میں سے ہو یا اِن کے علاوہ ہو، اور اسی طرح جو حرم میں ہوتے ہوئے عمرہ کا ارادہ کرے، اور ''تنعیم'' سے احرام باندھنا افضل ہے، اور یہ مکہ کی طرف قریبی حِل ہے۔

غیر مقلّدین کے فتاویٰ:۔

ابن حزم ظاہری متوفی ۴۵٦ھ نے لکھا ہے: وَمَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ مَكَّةَ فَأَرَادَ الْحَجَّ فَمِيقَاتُهُ مَنَازِلُ مَكَّةَ، وَإِنْ أَرَادَ الْعُمْرَةَ فَلْيَخْرُجْ إِلَى الْحِلِّ فَلْيُحْرِمْ مِنْهُ وَأَدْنَى ذَلِكَ: التَّنْعِيمُ۔[۱۲٦]

یعنی، اہلِ مکہ سے جو حج کا ارادہ کرے تو اُس کی میقات مکہ ہے، اور اگر عمرہ کا ارادہ کرے تو وہ ''حِل'' کی طرف نکلے پھر اُس سے احرام باندھے، اور قریبی حِل ''تنعیم'' ہے۔

---

(۱۲۵) کشف اللّثام شرح عمدة الأحكام، كتاب الحج، باب المواقيت، تحت قوله: حيث أنشأ، ۹۷/۴

(۱۲٦) المُحلّى بالآثار، كتاب الحج، مسألة: وللحجّ والعمرة مواضع تسمّى: المواقيت، ص۷۱۸

قاضی محمد بن علی شوکانی متوفی ۱۲۵۰ھ نے لکھا ہے: لَا يَحْتَاجُونَ إِلَى الْخُرُوجِ إِلَى الْمِيقَاتِ لِلْإِحْرَامِ مِنْهُ، وَهٰذَا فِي الْحَجِّ، وَأَمَّا فِي الْعُمْرَةِ، فَيَجِبُ الْخُرُوجُ إِلَى أَدْنَى الْحِلِّ، كَمَا سَيَأْتِي۔(١٢٧)

یعنی، مکہ مکرمہ والوں کو احرام کے لئے میقات کی طرف نکلنے کی حاجت نہیں ہے، اور یہ حکم حج میں ہے، اور عمرہ میں قریبی حِل کی طرف نکلنا واجب ہے، جیسا کہ عنقریب آئے گا۔

اور ابو الطیب محمد صدیق حسن خان قنوّجی بخاری متوفی ۱۳۰۸ھ نے لکھا ہے: (حَتَّى أهل مَكَّة) وغيرهم ممّن هُوَ بهَا يُهِلُّونَ.... (من مَكَّة)؛ أي: لَا يَحْتَاجُونَ إِلَى الْخُرُوجِ إِلَى الْمِيقَاتِ لِلْإِحْرَامِ مِنْهُ، بَلْ يُحْرِمُونَ مِنْ مَكَّةَ؛ كَالْآفَاقِيِّ الَّذِي بَيْنَ مَكَّةَ وَالْمِيقَاتِ، فَإِنَّهُ يُحْرِمُ مِنْ مَكَانِهِ، وَلَا يَحْتَاجُ إِلَى الرُّجُوعِ إِلَى الْمِيقَاتِ لِيُحْرِمَ مِنْهُ، وَهَذَا خَاصٌّ بِالْحَاجِّ.... وَأَمَّا الْمُعْتَمِر، فَيَجِبُ عَلَيْه أن يخرجَ إِلَى أَدْنَى الْحِلِّ۔(١٢٨)

یعنی، مکہ مکرمہ والے اور اِن کے علاوہ مکہ میں موجود لوگ مکہ سے احرام باندھیں یعنی: انہیں احرام کے لئے میقات کی طرف نکلنے کی حاجت نہیں ہے، بلکہ وہ مکہ ہی سے احرام باندھ لیں؛ جیسے آفاقی مکہ اور میقات کے

---

(١٢٧) نيل الأوطار، كتاب المناسک، باب المواقيت المكانيّة وجواز التقدّم عليها، ٣١٢/٢-٣١٣

(١٢٨) عون الباری بحلّ أدلّة البخاریّ، كتاب وجوب الحج وفضله، ٢٧٨/٤

درمیان ہو، پس وہ اپنی جگہ ہی سے احرام باندھے گا، اوراُسے احرام باندھنے کے لئے میقات کی طرف نکلنے کی حاجت نہیں ہے، اور یہ حکم حج کرنے والے کے ساتھ خاص ہے، اور رہا عمرہ کرنے والا، تو اُس پر قریبی حِل کی طرف نکلنا واجب ہے۔

سعودی علماء کے فتاویٰ:۔

شیخ عبد العزیز بن عبد اللہ بن عبد الرحمن بن باز نے لکھا ہے: **مَنْ بدَا لَه الحجّ وهُو فى مكّة فإنّه يحرمُ منْ مكانِه . أما العُمرة فلَا بدّ منْ خرُوجه للحِلّ ؛ لحَديثِ عائشَة رضِى اللّٰه عنهَا فِي ذلِك۔**(١٢٩)

یعنی، جو مکہ میں ہوتے ہوئے حج کی ابتداء کرنا چاہے، پس وہ اپنی جگہ یعنی مکہ سے احرام باندھے، رہا عمرہ، تو اِس میں احرام کے لئے حدیثِ عائشہ رَضِيَ ٱللَّهُ عَنهَا کی وجہ سے حِل کی طرف نکلنا ضروری ہے۔

اور سعودی ادارہ "اللّجنة الدّائمة للبحوث العلميّة والإفتاء" کے فتاویٰ میں سے ایک فتویٰ بمع سوال درج ذیل ہے۔

س ۴: منْ أينَ يحرمُ أهْل مكّة للعُمرةِ؟

ج ۴: أهل مكّة يحرمُونَ للعمرةِ منْ خارِجِ الحَرمِ كالتّنعِيمِ۔

---

(١٢٩) مجموع فتاوى ومقالات مُتنوّعة لإبن باز، كتاب المناسك، باب المواقيت، ١٢٤/١٦

عضو　　　　　　　　　　نائب رئیس اللجنة

الرئیس

عبداللہ بن غدیان　　　　　　　عبدالرزاق عفیفی

عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز(١٣٠)

یعنی، س ۴: اہل مکہ عمرہ کے لئے کہاں سے احرام باندھیں؟

جواب ۴: مکہ مکرمہ والے عمرہ کے لئے حدودِ حرم سے باہر احرام باندھیں، جیسے تنعیم۔

لہٰذا حدیث شریف کی روسے اور شارحینِ حدیث اور چاروں مذاہب کے فقہاء حتی کہ غیر مقلّدین خصوصاً سعودی علماء کے نزدیک بھی حکم یہی ہے کہ جو مکی ہو یا مکی کے حکم میں ہو، وہ عمرہ کا احرام ''حِل'' سے باندھے گا نہ کہ حرم سے، اور فاضل مدینہ یونیورسٹی مفتی عبدالرحمٰن عابد کی بات حدیث شریف اور اجماع اور شارحین حدیث اور فقہاءِ مذاہبِ اربعہ اور خود غیر مقلّدین کے نظریے کے خلاف ہے، اور انہوں نے اپنے نظریے کی تائید میں جس حدیث شریف کا حوالہ دیا ہے اور اس حدیث شریف سے جو سمجھا ہے وہ اس حدیث شریف کے جملہ شارحین کے نظریے کے خلاف ہے، اس لئے موصوف کی بات کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔

---

(١٣٠) فتاوی اللّجنة الدّائمة للبحوث العلميّة والإفتاء، كتاب الحج والعمرة، المواقيت، إحرام أهل مكة للعمرة وإذا كانوا خارج المواقيت، ١١/١٢٩-١٣٠

اس حکم کی ایک وجہ یہ ہے کہ حج کی ادائیگی ''عرفہ'' میں ہے، اور عرفہ ''حِل'' میں ہے، لہذا حج کا احرام ''حرم'' سے ہو گا، تا کہ سفر کی نوع متحقق ہو، اور عمرہ کے تمام افعال چونکہ ''حرم'' میں ہی ادا ہوتے ہیں، لہذا عمرہ کا احرام ''حِل'' سے ہو گا۔

چنانچہ علّامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی لکھتے ہیں: وَلِأَنَّ أَدَاءَ الْحَجِّ فِي عَرَفة، وَهِيَ فِي الْحِلِّ فَيَكُونُ الْإِحْرَامُ مِنَ الْحَرَمِ لِيَتَحَقَّقَ نَوْعُ سَفَرٍ، وَأَدَاءُ الْعُمْرَةِ فِي الْحَرَمِ فَيَكُونُ الْإِحْرَامُ مِنَ الْحِلِّ لِهَذَا، إِلَّا أَنَّ التَّنْعِيمَ أَفْضَلُ لِوُرُودِ الْأَثَرِ بِهِ۔[١٣١]

یعنی، اور اس وجہ سے کہ بے شک حج کی ادائیگی ''عرفہ'' میں ہے، اور یہ حِل میں ہے، پس حج کا احرام ''حرم'' سے ہو گا، تا کہ سفر کی نوع متحقق ہو، اور عمرہ کی ادائیگی ''حرم'' میں ہوتی ہے، لہذا عمرہ کا احرام ''حِل'' سے ہو گا، مگر حدیث کے وارد ہونے کی وجہ سے ''تنعیم'' افضل ہے۔

علّامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں: لأنّ المقصودَ بالإحرامِ مِنه الجَمع بَينَ الحلّ وَالحَرمِ في النّسكِ؛ لأنّ أفعالَ العمرةِ كلّها في الحرمِ، إلّا الإحرَام، بِخلاف الحجّ فإنّه يفتقِر إلى الحلِّ للوُقوفِ بعَرفة، فيحصلُ الجَمع بينَ الحلّ والحَرم۔[١٣٢]

(١٣١) الهداية شرح بداية المبتدی، كتاب الحج، فصل، ١۔١٦٤/٢

(١٣٢) الكافی فی الفقه علی مذهب الإمام أحمد بن حنبل، كتاب الحج، باب المواقيت، ١۔٣٢/٤

یعنی، کیونکہ حِل سے احرام باندھنے میں مقصود ''حِل''اور''حرم'' کو نُسک میں جمع کرنا ہے، اور یہ اِس وجہ سے کہ بے شک عمرہ کے تمام افعال حرم میں ادا ہوتے ہیں، سوائے احرام کے، بخلاف حج کے، کیونکہ حاجی ''وقوفِ عرفہ'' کے لئے حِل کی طرف نکلنے کا محتاج ہوتا ہے، پس حِل اور حرم کو جمع کرنا حاصل ہو جائے گا۔

علّامہ ابو العباس احمد بن عمر ابراہیم قرطبی مالکی متوفی ۶۵۶ھ لکھتے ہیں: وَأَمَّا العُمرَۃ فَلا بدَّ فیھَا من الجمعِ بینَ الحِلّوَ الحَرم۔ (۱۳۳)

یعنی، عمرہ میں حل اور حرم کو جمع کرنا ضروری ہے۔

امام شمس الدین ابو عبد اللہ محمد بن موسی عسقلانی شافعی متوفی ۸۳۷ھ لکھتے ہیں: لأنّ أعمَالَ العُمرۃِ کلَّھا فِي الحرَمِ، فالقَصد یکونُ قبْل الحرَم، والحجُّ مِنْ أعمالِہ مَا ھُوَ فِی الحِلِّ. وھُو عرفۃ، فیحصُل القَصْد وھُو فِی الحرَمِ۔ (۱۳۴)

یعنی، کیونکہ عمرہ کے تمام افعال حرم میں ادا ہوتے ہیں، پس ارادہ حرم سے پہلے ہو گا، اور حج اُن اعمال سے ہے جو ''حِل'' میں ادا ہوتا ہے، اور وہ عرفہ کا وقوف ہے، پس حرم میں ہوتے ہوئے قصد حاصل ہو جاتا ہے۔

مکہ یا حرم سے احرامِ عمرہ باندھ لینے پر حکم:۔

---

(۱۳۳) المفھم لما أشکل من تلخیص کتاب مسلم، کتاب الحج، باب المواقیت فی الحج والعمرۃ، تحت قولہ: حتی أھل مکۃ من مکۃ، ۲۶۵/۳

(۱۳۴) اللّامع الصّبیح بشرح الجامع الصّحیح، کتاب الحج، باب مھلّ أھل مکۃ للحجّ والعمرۃ، ۵۱۶/۵

اوراگرکسی شخص نے ایساکیاجیساکہ مذکور شخص تعلیم دے رہاہے تووہ گناہ گارہوگا،اوراُس پرلازم ہوگاکہ وہ حِل کی جانب لوٹ کر''تلبیہ'' کہے،اوراگروہ نہیں لوٹے گا،تواُس پردَم لازم ہوگا۔

چنانچہ امام ابوبکربن علی حنفی متوفی۸۰۰ھ لکھتے ہیں:وَلَوْ تَرَكَ الْمَكِّيُّ مِيقَاتَهُ،وَأَحْرَمَ لِلْحَجِّ فِي الْحِلِّ،وَلِلْعُمْرَةِ فِي الْحَرَمِ ، يَجِبُ عَلَيْهِ دَمٌ۔(۱۳۵)

یعنی،اگرمکی نے اپنے میقات کوترک کیا،اورحج کااحرام''حِل''میں باندھ لیا،اورعمرہ کااحرام''حرم''میں،تواُس پردَم لازم ہوگا۔

اورعلّامہ رحمت اللہ سندھی حنفی متوفی۹۹۳ھ لکھتے ہیں:وَلَوْ تَرَكَ الْمَكِّيُّ مِيقَاتَهُ، فَأَحْرَمَ لِلْحَجِّ مِنَ الْحِلِّ ، أَوْلِلْعُمْرَةِ مِنَ الْحَرَمِ ، فَعَلَيْهِ دَمٌ وهذا إذا خَرَجَ إلى الحِلِّ بِإِرَادَةِ الْحجِّ أَمّا إذَا خَرَجَ إلى الحِلِّ لحَاجَة فَأَحْرَمَ مِنْه وَوَقَفَ بعَرَفة لَا شَيئَ عَلَيْه۔(۱۳۶)

یعنی،اگرمکی نے اپنے میقات کوترک کیا،پس اُس نے حج کااحرام ''حِل'' سے باندھ لیا،یاعمرہ کااحرام ''حرم'' سے باندھ لیا،تواُس پردَم لازم ہوگا،اوردَم کاحکم اُس وقت ہے جبکہ وہ حِل کی طرف حج کے ارادے سے نکلا

(۱۳۵)الجوهرة النيّرة شرح مختصر القُدوری ، كتاب الحج،مطلب فی مواقيت الإحرام،تحت قوله:ومن كان بمكة فميقاته۔۔۔إلخ، ۱/۳۶۴

(۱۳۶)مجامع المناسكونفع النّاسِک ،باب المواقيت،الفصل الثالث فی الصنف الثالث وهم اهل الحرم، ص۱۰۷

ہو، اوراگروہ ''حِل'' کی طرف کسی حاجت کے لئے نکلاہو، پھر اُس نے ''حِل'' سے احرام باندھ کر ''وقوفِ عرفہ'' کیا، تواُس پر کچھ لازم نہیں ہو گا۔

شیخ الاسلام مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

کسی که داخل حرم ست اگراحرام بست ازحل برائ حج یا ازحرم برائ عمره آثم گردد ولازم باشد بروے که عود کند بسوئ مکان مشروع برائے احرام واگرعود نه کرد لازم گردد دم بروے۔(۱۳۷)

یعنی، حرم میں داخل شخص نے حج کا احرام ''حِل'' سے باندھا یا عمرہ کا احرام ''حرم'' سے ہی باندھ لیا تو وہ گناہگار ہو گا اور اُس پر لازم ہو گا کہ وہ احرام کے لئے مشروع جگہ لوٹے، اور اگر نہ لوٹا، تو اُس پر دَم لازم ہو گا۔

اور علّامہ سید محمد ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں: فَلَوْ عَكَسَ فَأَحْرَمَ لِلْحَجِّ مِنَ الْحِلِّ أَوْ لِلْعُمْرَةِ مِنَ الْحَرَمِ لَزِمَهُ دَمٌ إِلَّا إِذَا عَادَ مُلَبِّيًا إِلَى الْمِيقَاتِ الْمَشْرُوعِ لَهُ كَمَا فِي ''اللُّبَابِ'' وَغَيْرِهِ۔(۱۳۸)

یعنی، اگر اُلٹ کیا یعنی مکی نے حج کا احرام ''حِل'' سے یا عمرہ کا احرام ''حرم'' سے باندھا تو اُس پر دَم لازم ہو گا، مگر یہ کہ وہ اپنے مشروع میقات کی طرف لوٹ کر ''تلبیہ'' کہے، جیسا کہ ''لباب'' وغیرہ میں ہے۔

---

(۱۳۷) حیاۃ القلوب، باب اول در بیان احرام، فصل دوئم: در بیان مواقیت احرام حج وغیرہ، ص ۶۲

(۱۳۸) ردالمحتارعلی الدرّالمختار، کتاب الحج، مطلب: فی المواقیت، تحت قوله: لیتحقق نوع سفر، ۳/۵۵۴

اور غیر مشروع جگہ سے احرام باندھنے پر توبہ بہر صورت کرنی ہوگی، کیونکہ اس فعل کا مرتکب گناہ گار ہوتا ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم

یوم الاربعاء، جمادی الاُولیٰ ۱۴۴۱ھ۔ ۱۵ جنوری ۲۰۲۰م

سعی

نیّت کے بغیر سعی کا حکم؟

الإستفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر کسی نے گزشتہ سال حج کی سعی ادا نہ کی ہو اور اُس نے اِس سال عمرہ مکمل کرنے کے بعد بغیر کسی نیّت کے سعی کرلی ہو تو کیا اُس کی حج والی سعی ادا ہوگئی یا نہیں؟

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورتِ مسؤلہ میں حج کی سعی ادا ہوگئی کیونکہ سعی کے لئے نیت شرط نہیں، بلکہ سنّت ہے۔

چنانچہ شیخ الاسلام مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں: نیت سعی که آن سنت است نه شرط۔[۱۳۹]

یعنی، سعی کے لئے نیّت سنّت ہے، نہ کہ شرط۔

اور آگے لکھتے ہیں: شرط نیست نیت در سعی همچنین شرط نیست نیت در وقوف و در رمی جمار وحلق۔[۱۴۰]

(۱۳۹) حیاۃ القلوب، باب چہارم در بیان سعی، سنن سعی، ص ۱۵۹

(۱۴۰) حیاۃ القلوب، باب چہارم در بیان سعی، سنن سعی، ص ۱۵۹

یعنی، سعی کے لئے نیّت شرط نہیں، جیسے وقوف، جمرات کو رمی اور حلق کے لئے نیّت شرط نہیں ہے۔

یادرہے کہ اگر کوئی حج کی سعی کئے بغیر میقات سے باہر نہ جائے اور اسی حالت میں عمرہ کا احرام باندھ لے تو اُسے احرامِ عمرہ توڑنا لازم ہو گا، نیز احرامِ عمرہ توڑنے کے سبب سرزمینِ حرم پر نہ صرف دم دینا ہو گا بلکہ چھوڑے ہوئے عمرہ کی قضاء بھی کرنی ہو گی۔

چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی لکھتے ہیں: اگر شخصے احرام بست بعمرہ بعد از وقوف قبل الحلق یا بعد از حلق قبل از طواف زیارت یابعد الحلق و الطواف قبل از سعی بین الصفا و المروۃ یا بعد الحلق و الطواف و السعی قبل رمی الجمار کہ در جمیع این صور واجب باشد بروی رفض عمرہ و نیز لازم آید بروی دم بواسطہ رفض و اگر رفض نکرد واجب آیدد بروی دم بواسطہ جمع میان دو نسک پس معلوم شد کہ آنچہ کثیر الوقوع می شود در اہل مکہ کہ احرام می بندند برائ عمرہ قبل از انکہ سعی نمایند برائ حج پس واجب آیدبر ایشان دم بواسطہ جمع بین النسکین کما صرّح بذلک الشیخ علی القاری و حنیف الدین المرشدی فی شرحیھما علی المنسک المتوسط۔(١٤١)

---

(١٤١) حیاۃ القلوب، باب دہم دررمی جمار، فصل: ششم دربیان کیفیۃ رُجوع بعد فراغ رمی جمار، ص ٢٢٢۔٢٢٣

یعنی، اگر کوئی شخص وقوفِ عرفات کے بعد حلق سے قبل یا حلق کے بعد طوافِ زیارت سے قبل یا حلق و طواف کے بعد صفا و مروہ کے درمیان سعی سے قبل یا حلق، طواف اور سعی کے بعد رمی جمار سے قبل عمرہ کا احرام باندھے، تو ان تمام صورتوں میں اُسے احرامِ عمرہ توڑنا واجب ہو گا نیز اُس پر عمرہ کا احرام توڑنے کے سبب دَم بھی واجب ہو گا (اور چھوڑے ہوئے عمرہ کی قضاء کرنی ہو گی کمافی الحاشیۃ علی حیاۃ القلوب) اور اگر عمرہ کا احرام نہ توڑے گا تو بھی اس پر دو نُسک کو جمع کرنے کے سبب دَم لازم ہو گا، پس اس سے معلوم ہوا کہ جو اہلِ مکہ میں کثیر الوقوع ہے کہ وہ حج کی سعی ادا کئے بغیر عمرہ کا احرام باندھ لیتے ہیں تو ایسا کرنے والے پر دو نُسک جمع کرنے کے باعث دَم لازم آتا ہے، جیسا کہ اس کی ''مُلّا علی قاری'' اور ''شیخ حنیف الدین مرشدی'' نے اپنی اپنی شرح میں ''المنسک المتوسط'' پر صراحت فرمائی ہے۔

اور اگر حج کی سعی کئے بغیر میقات سے باہر چلا جائے اور سعی کی ادائیگی کے لئے لوٹنے کا ارادہ کرے، تو اُسے نئے احرام کے ذریعے لوٹنا ہو گا کیونکہ طوافِ زیارت کر لینے کے سبب وہ مکمل احرام سے باہر آچکا ہے، لہٰذا ''حرم'' میں اب وہ بلا احرام نہیں آسکتا، اور جب وہ نئے احرام کے ساتھ لوٹ آئے گا تو دو حال سے خالی نہ ہو گا، یا تو احرامِ عمرہ کے ساتھ لوٹا ہو گا یا پھر احرامِ حج کے ذریعے، اوّل صورت میں پہلے وہ افعالِ عمرہ کی ادائیگی کرے گا پھر حج والی سعی کرے گا، جبکہ دوسری صورت میں پہلے طوافِ قدوم کرے گا پھر پچھلے حج کی سعی کرے گا۔

چنانچہ شمس الائمہ ابو بکر محمد سرخسی حنفی متوفی ۴۹۰ھ لکھتے ہیں:

وَإِنْ أَخَّرَ السَّعْيَ حَتَّى رَجَعَ إِلَى أَهْلِهِ فَعَلَيْهِ دَمٌ لِتَرْكِهِ كَمَا بَيَّنَّا، وَإِنْ أَرَادَ أَنْ يَرْجِعَ إِلَى مَكَّةَ لِيَأْتِيَ بِالسَّعْيِ يَرْجِعُ بِإِحْرَامٍ جَدِيدٍ لِأَنَّ تَحَلُّلَهُ بِالطَّوَافِ قَدْ تَمَّ، وَلَيْسَ لَهُ أَنْ يَدْخُلَ مَكَّةَ إِلَّا بِإِحْرَامٍ۔(١٤٢)

یعنی، اگر سعی کو مؤخر کیا یہاں تک کہ اپنے اہل لوٹ گیا تو اُس پر سعی چھوڑنے کے سبب دم لازم ہو گا جیسا کہ ہم نے بیان کیا ہے، اور اگر وہ سعی کی ادائیگی کے لئے مکہ مکرمہ لوٹنے کا ارادہ کرے، تو نئے احرام کے ذریعے لوٹے گا کیونکہ طوافِ زیارت کر لینے کے سبب وہ مکمل احرام سے باہر آچکا ہے، اور اب اُس کے لئے بلا احرام مکہ مکرمہ میں داخل ہونا جائز نہیں ہے۔

علّامہ رحمت اللہ سندھی حنفی متوفی ۹۹۳ھ اور ملّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں: (ولَوترکَ السّعی) أی من أصلِه (ورَجع إلی أهلِه) أی بأن خرَج مِن المیقاتِ (فأرَاد العودَ) أی إلی مکة (یعودُ بإحرَام جدِیْد) أی لدخولِه الحرم، إذ سَعیُ الحَج بَعد الوقوفِ لایشْترط فِیه الإحرام، بل ویسنّ عدمه، وکذا سعیُ العمرة لَا یشْترط وجُوده بعد حلقه، بل یجب تحقّقه قبل حلقه، والله أعلم وقدتقدم أنه إذا عَادَ بإحرَام جدیْد، فإن

---

(١٤٢) کتاب المبسوط للسّرخسی، کتاب المناسک، باب السعی بین الصفا والمروة، ٢/٤٧

كَانَ بعمرَةٍ فيأتي أوّلاً بأفعالِ العمرةِ، ثمّ يسعى، وإن كان بحجّ فيطوف أوّلاً طوافَ القدوم، ثمّ يسعى بَعده۔[۱۴۳]

یعنی، اگر کسی نے سعی ترک کردی یعنی اپنی اصل سے، اور اپنے اہل لوٹ گیا یعنی باایں طور پر کہ وہ میقات سے نکل چکا، پھر اُس نے مکہ مکرمہ کی طرف لوٹنے کا ارادہ کیا تو وہ حرم میں داخل ہونے کے لئے نئے احرام کے ساتھ لوٹے گا، کیونکہ وقوف کے بعد حج کی سعی میں احرام کی شرط نہیں لگائی گئی ہے، بلکہ احرام نہ ہونا سنّت ہے، اور اسی طرح حلق کے بعد عمرہ کی سعی میں بھی احرام ہونے کی شرط نہیں لگائی گئی ہے بلکہ عمرہ کی سعی میں حلق سے قبل احرام ہونا واجب ہے (واللہ اَعلم)، اور تحقیق گزر چکا کہ جب وہ نئے احرام کے ساتھ لوٹ آئے گا، تو احرامِ عمرہ باندھ کر آنے کی صورت میں پہلے عمرہ کے افعال بجالائے گا پھر حج کی سعی کرے گا، اور اگر احرامِ حج کے ذریعے مکہ مکرمہ لوٹا ہے تو پہلے وہ طوافِ قدوم کرے گا، پھر پچھلے حج کی سعی کرے گا۔

واللہ تعالیٰ اعلم

یوم الخمیس، ۵ جمادی الأولیٰ ۱۴۴۱ھ۔ ۳۱، دسمبر ۲۰۱۹م

رمی

دو کنکریاں ایک ساتھ مارنے پر کتنی بار مارنا شمار ہو گا؟

(۱۴۳) لباب المناسک وشرحه المسلک المتقسط فی المنسک المتوسط، باب الجنایات وأنواعها، النوع الخامس: الجنایات فی أفعال الحج، فصل: فی الجنایة فی السعی، ص ۵۰۴

اپنی اور غیر کی طرف سے 14 کنکریاں دو دو مارنے پر کس کی رمی ادا ہو گی؟

الاِستفتاء: کیافرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک حاجی صاحب کے بیان کے مطابق اُن کی بیوی معذور ہے، جب رمی کاوقت آیاتو حاجی صاحب نے اپنی سات کنکریاں اوراپنی معذور بیوی کی سات کنکریاں لے کر رمی کے لئے گئے، اوررمی کرتے وقت ایک ساتھ دو کنکریاں لیں اور کہاکہ ایک میری طرف سے اوردوسری میری معذور بیوی کی طرف سے، اورماردیں، مطلب یہ کہ کنکریاں کُل چودہ تھیں، اوردودوکرکے سات بار ماردیں، اور کہتے گئے کہ ایک میری طرف سے اوردوسری میری معذور بیوی کی طرف سے، کیااِس طرح رمی درست ہے، اگر نہیں توکیاحکم ہے؟ نیزاِس طرح رمی کرناایک کاہو گایادونوں کا، تسلی بخش جواب عنایت فرمائیں۔

(سائل: ذاکراشرفی، انڈیا)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورتِ مسئولہ میں چونکہ منصوص علیہ الگ الگ کنکری مارنا ہے نہ کہ عین کنکریوں کاشمار، لہذاجب کوئی جمرہ کو ایک ہی ساتھ دوکنکریاں مارے گاتووہ ایک بار فعل بجالائے گا، جس کے سبب ایک ہی بار کنکری مارناشمار ہو گا۔

چنانچہ امام ابو عبد اللہ محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ لکھتے ہیں: فَإِن رمی إِحْدَی الْجمار بِسبع حَصَیات جَمِیعًا قَالَ :ہٰذِہ وَاحِدَۃ یرمیھا الْآن بِسِتّ۔ (۱۴۴)

یعنی، پس اگر کسی نے جمرات میں سے کسی جمرہ پر ایک ہی بار میں ساتوں کنکریاں ماردیں توفرمایا کہ یہ ایک ہی بار کنکری مارنا شمار ہوگا، اوراب وہ چھ کنکریاں مارے۔

اورامام ابوالفضل محمد بن محمد بن احمد مروزی حنفی متوفی ۳۴۴ھ اورامام شمس الدین ابو بکر محمد بن احمد سرخسی حنفی متوفی ۴۹۰ھ لکھتے ہیں: (قَالَ)(فَإِنْ رَمَی إِحْدَی الْجِمَارِ بِسَبْعِ حَصَیَاتٍ جُمْلَۃً فَھٰذِہِ وَاحِدَۃٌ)؛ لِأَنَّ الْمَنْصُوصَ عَلَیْہِ تَفَرُّقُ الْأَعْمَالِ لَا عَیْنُ الْحَصَیَاتِ. فَإِذَا أَتَی بِفِعْلٍ وَاحِدٍ لَا یَکُونُ إلَّا عَنْ حَصَاۃٍ وَاحِدَۃٍ ، کَمَا لَوْ أَطْعَمَ کَفَّارَۃَ الْیَمِینِ مِسْکِینًا وَاحِدًا مَکَانَ إطْعَامِ عَشَرَۃِ مَسَاکِینَ جُمْلَۃً لَمْ یُجْزِہِ إلَّا عَنْ إطْعَامِ مِسْکِینٍ وَاحِداً۔ (۱۴۵)

یعنی، امام حاکم شہید نے فرمایا: پس اگر کسی نے جمرات میں سے کسی جمرہ پر ایک ہی بار میں ساتوں کنکریاں ماردیں تو یہ ایک ہی بار کنکری مارنا

(۱۴۴)کتاب الأصل المعروف بالمبسوط، کتاب المناسک، باب رمی الجمار، ۳۵۶/۲-۳۵۷

(۱۴۵)الکافی للحاکم الشھید وشرحہ المبسوط للسرخسی، کتاب المناسک، باب رمی الجمار، ۶۰/۲

شمار ہوگا، کیونکہ منصوص علیہ اعمال کا الگ الگ ہونا ہے نہ کہ عین کنکریوں (کا شمار)، لہذا جب کوئی ایسا کرے گا تو وہ ایک ہی فعل بجالائے گا (نہ کہ الگ الگ) جس کے سبب ایک ہی بار کنکری مارنا شمار ہوگا، جیسے کسی نے قسم کے کفارے میں دس مسکینوں کو کھانا کھلانے کے بجائے ایک ہی کو کھلا دیا تو یہ ایک ہی مسکین کو کھلانا شمار ہوگا نہ کہ دس مساکین کو کھلانا۔(۱٤٦)

اور امام علاء الدین ابو بکر بن مسعود کاسانی حنفی متوفی ۵۸۷ھ لکھتے ہیں: فَإِنْ رَمَى إِحْدَى الْجِمَارِ بِسَبْعِ حَصَيَاتٍ [جَمِيعًا] دَفْعَةً وَاحِدَةً، فَهِيَ عَنْ وَاحِدَةٍ، وَيَرْمِي سِتَّةً أُخْرَى؛ لِأَنَّ التَّوْقِيفَ وَرَدَ بِتَفْرِيقِ الرَّمَيَاتِ فَوَجَبَ اعْتِبَارُهُ۔(۱٤٧)

(۱٤٦) اس کے بارے میں صدر الشریعہ محمد امجد علی اعظمی حنفی متوفی ۱۳٦۷ھ لکھتے ہیں: اور مساکین کو دونوں وقت پیٹ بھر کر کھلانا ہوگا اور جن مساکین کو صبح کے وقت کھلایا اُنہیں کو شام کے وقت بھی کھلائے، دوسرے دس مساکین کو کھلانے سے ادا نہ ہوگا اور یہ ہو سکتا ہے کہ دسوں کو ایک ہی دن کھلا دے یا ہر روز ایک ایک کو یا ایک ہی کو دس دن تک دونوں وقت کھلائے اور مساکین جن کو کھلایا ان میں کوئی بچہ نہ ہو اور کھلانے میں اباحت و تملیک دونوں صورتیں ہو سکتی ہیں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کھلانے کے عوض ہر مسکین کو نصف صاع گیہوں یا ایک صاع جَو یا ان کی قیمت کا مالک کر دے یا دس روز تک ایک ہی مسکین کو ہر روز بقدر صدقۂ فطر دے دیا کرے یا بعض کو کھلائے اور بعض کو دے دے۔ غرض یہ کہ اُس کی تمام صورتیں وہیں سے معلوم کریں کہ فرق اتنا ہے کہ وہاں ساٹھ مسکین تھے یہاں دس ہیں۔ (بہار شریعت، حصہ نہم، کفارہ کا بیان، جرم اور اُن کے کفّارے کا بیان)

(۱٤٧) بدائع الصّنائع فی ترتیب الشرائع، کتاب الحج فصل فی بیان سنن الحج والترتیب فی أفعاله، ۳/۱٤٧

یعنی، پس اگر کسی نے جمرات میں سے کسی جمرہ پر ایک ہی بار میں ساتوں کنکریاں ماردیں، تو یہ ایک ہی بار کنکری مارنا شمار ہوگا اور وہ (بقیہ) چھ کنکریاں (متفرق طور پر) اور مارے، کیونکہ روایت میں متفرق طور پر کنکریوں کا مارنا وارد ہوا ہے، پس اسی کا اعتبار واجب ہے۔

لہذا چودہ کنکریاں دو دو کر کے مارنے سے سات شمار ہوں گی، لیکن ایسا کرنا سنت کی مخالفت کے سبب مکروہ ہے۔

چنانچہ ملّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں: مَعَ هٰذَا يَنبغِي أنْ يَكُونَ مكروهاً لمخالفتِه السُنّة۔ (۱۴۸)

یعنی، ساتھ اس کے کہ یہ سنت کی مخالفت کے سبب مکروہ ہوگا۔

خلاصہ کلام یہ کہ اگر کسی نے دو یا دو سے زائد کنکریاں ایک ساتھ جمرہ پر ماردیں تو یہ ایک ہی بار کنکری مارنا شمار ہوگا، نہ کہ دو یا اِس سے زائد، نیز ایسا کرنا سنّت کی مخالفت کے سبب مکروہ بھی ہے، اور یہ فاعل کی طرف سے مانی جائیں گی اور یہ رمی مع الکراہۃ درست ہوگئی اور کراہت ''تنزیہی'' ہوگی کہ اس سے سنّت کی مخالفت لازم آتی ہے، جیسا کہ ملّا علی قاری نے صراحت فرمائی ہے۔

(۱۴۸) المسلک المتقسط فی المنسک المتوسط شرح لباب المناسک، باب رمی الجمار وأحکامه فصل فی شرائط الرمی وواجباته، تحت قوله: لم یجزئہ إلّا عن حصاة واحدة، ص ۳٤٦

اوراس طرح کرنے سے اس کی اپنی رمی اداہوئی، اوراس کی معذور بیوی کی رمی ادانہ ہوئی، اوروقت میں رمی ہونالازم تھی اوروقت گزرنے کے بعداُس کی بیوی پر دم لازم آئے گا۔

چنانچہ امام فخر الدین عثمان بن علی زیلعی حنفی متوفی ۷٤۳ھ: إِنْ تَرَكَ رَمْيَ يَوْمٍ وَاحِدٍ فَعَلَيْهِ دَمٌ....أَوْ تَرَكَ رَمْيَ جَمْرَةِ الْعَقَبَةِ فِي يَوْمِ النَّحْرِ يَجِبُ دَمٌ۔(١٤٩)

یعنی، اگر کسی نے ایک دن کی رمی چھوڑ دی تو اُس پر دَم لازم ہو گا، یا جمرہ عقبہ کو یومِ نحر میں رمی نہ کی، تو دم واجب ہو گا۔

واللہ تعالیٰ اعلم

یوم الأحد، ١٦، ذوالحجۃ ١٤٤٠ھ۔ ١٧، اغسطس ٢٠١٩م

جنايات

مُحرمہ حیض کے سبب احرام توڑنے پر احرام سے باہر آجائے گی؟

الإستفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ عورت احرامِ عمرہ باندھنے کے بعد حائضہ ہو جائے، اور اِس کے باعث وہ دیگر افعالِ عمرہ ادا کئے بغیر ہی احرام توڑ دے، تو کیا وہ اِس طرح احرام سے باہر آجائے گی؟

(١٤٩) تبيين الحقائق شرح كنز الدقائق، كتاب الحج، باب الجنايات، تحت قوله: أو رمي الجمار كلها أو رمي يوم، ٣٧٤/٢

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب:۔ صورتِ مسئولہ میں وہ عورت احرام سے باہر نہیں آئے گی، کیونکہ "مُحرم" احرام توڑنے کی نیت کے سبب احرام سے باہر نہیں آتا۔

چنانچہ شمس الائمہ ابو بکر محمد سرخسی حنفی متوفی ۴۹۰ھ لکھتے ہیں: **بِنِيَّةِ الرَّفْضِ وَارْتِكَابِ الْمَحْظُورَاتِ فَهُوَ مُحْرِمٌ عَلَى حَالِهِ۔**(۱۵۰)

یعنی، مُحرم "احرام" توڑنے کی نیت اورارتکابِ ممنوعات کے سبب بھی حالتِ احرام میں رہے گا۔

مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں: خارج نگردد به نیت رفض واحلال۔(۱۵۱)

یعنی، مُحرم "احرام" توڑنے اور حلال ہونے (یعنی، احرام سے باہر آنے) کی نیّت کے سبب احرام سے نہیں نکلے گا۔

اور علّامہ سیّد محمد ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں: **قَالَ فِي اللُّبَابِ: وَاعْلَمْ أَنَّ الْمُحْرِمَ إِذَا نَوَى رَفْضَ الْإِحْرَامِ فَجَعَلَ يَصْنَعُ مَا يَصْنَعُهُ الْحَلَالُ مِنْ لُبْسِ الثِّيَابِ وَالتَّطَيُّبِ وَالْحَلْقِ**

---

(۱۵۰) کتاب المبسوط للسرخسی، کتاب المناسک، باب الجماع، ۲/۱۱۰

(۱۵۱) حیاۃ القلوب، باب اول در بیان احرام، فصل دہم در بیان کیفیت خروج از احرام، تنبیہ حسن برائے محرم بعد احرام، ص ۱۰۳

وَالْجِمَاعِ وَقَتْلِ الصَّيْدِ فَإِنَّهُ لَا يَخْرُجُ بِذَلِكَ مِنَ الْإِحْرَامِ، وَعَلَيْهِ أَنْ يَعُودَ كَمَا كَانَ مُحْرِمًا۔(١٥٢)

یعنی، لباب(١٥٣) میں فرمایا: تو جان کہ بے شک محرم نے جب احرام کو توڑنے کی نیّت کرلی، پھر وہ غیر مُحرم کی طرح کرنے لگا یعنی، کپڑے پہننا، خوشبو لگانا، حلق کروانا، جماع کرنا، اور شکار کو مارنا، پس وہ اِس نیّت کے سبب احرام سے نہیں نکلے گا، اور اُس پر لازم ہو گا کہ وہ لوٹ آئے جیسا کہ مُحرم تھا (یعنی، احرام کی پابندیاں شروع کردے)۔

واللہ تعالیٰ اعلم

یوم الأحد، ١٨ جنوری ٢٠٢٠ـ ٢٢ جمادی الأولیٰ ١٤٤١ھ

حالتِ احرام میں چہرہ چھپانے پر کیا لازم ہو گا؟

الإستفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر کسی نے حالتِ احرام میں اپنا چہرہ چھپایا تو اُس پر کیا لازم ہو گا؟

باسمه تعالى وتقدس الجواب: صورتِ مسؤلہ میں اگر کسی نے حالتِ احرام میں چہرے کا مکمل یا چوتھائی حصّہ مسلسل چار پہر یا اس سے زائد چھپایا تو اُس پر دم لازم ہو گا اور چار پہر سے کم میں صدقہ ہے، اور چوتھائی حصے سے کم

(١٥٢) ردالمحتار، کتاب الحج، باب الجنایات، تحت قوله: إلا أن یقصد الرفض، ٣/٦٦٥

(١٥٣) لباب المناسک، باب فی جزاء الجنایات و کفاراتها۔۔۔ إلخ، فصل فی ارتکاب المحرم المحظور علی نیة رفض الإحرام، ص ٢٥٣

کو چار پہر تک چھپایا تو صدقہ ہے اور چار پہر سے کم چُھپایا تو کفّارہ نہیں ہے مگر گُناہ ہے۔

چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی متوفی ۹۹۳ھ اور مُلّا علی بن سلطان قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں: (ولو غطّی جمیعَ رأسه أو وجهِه) أی جمیع وجهه (بمخیط أو غیره یوماً أو لیلة) وکذا مقدارَ أحدهما (فعلیه دم) أی کامل بلا خلاف (وفی الأقل من یوم) وکذا من لیلة (صدقةٌ. والربعُ منهما کالکلّ) قیاساً علی مسحِهما۔ (۱۵۴)

یعنی، اگر کسی نے اپنے تمام سر یا چہرے کو سلے ہوئے کپڑے وغیرہ کے ساتھ ایک دن (یعنی، صبح صادق تا غروبِ آفتاب) یا ایک رات (یعنی، بعدِ غروبِ آفتاب تا صبحِ صادق) چھپایا اور اسی طرح دن اور رات میں سے کسی ایک کی مقدار، تو اُس پر بغیر اختلاف کے دم لازم ہو گا اور چوتھائی سے کم چار پہر تک چھپایا تو صدقہ لازم ہو گا اور چہرہ اور سر سے چوتھائی کا حکم مثلِ کُل ہے، ان دونوں کو سر کے مسح پر قیاس کرتے ہوئے۔

اور صدرالشریعہ محمد علی اعظمی حنفی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں: مرد یا عورت نے مونھ کی ٹکلی ساری یا چہارم چھپائی یا مرد نے پورا یا چہارم سر چھپایا تو چار

---

(۱۵۴) لباب المناسک وشرحه المسلک المتقسّط فی المنسک المتوسّط، باب الجنایات وأنواعها، النوع الأول: فی حکم اللبس، فصل فی تغطیة الرأس والوجه، ص ۴۳۵

پہر یا زیادہ لگاتار چھپانے میں دَم ہے اور کم میں صدقہ اور چہارم سے کم کو چار پہر تک چھپایا تو صدقہ ہے اور چار پہر سے کم میں کفّارہ نہیں مگر گُناہ ہے۔(۱۵۵)

والله تعالیٰ اعلم

حدودِ حرم میں متعدّد بار آنے والے آفاقی کے لیے احرام کا حکم؟

الإستفتاء : کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ حدودِ حرم میں بار بار آنے جانے والے آفاقیوں کے لیے احرام کا کیا حکم ہے؟

(جامعہ اشرفیہ، انڈیا)

باسمه تعالیٰ وتقدس الجواب:۔ صورتِ مسئولہ میں آفاقیوں کے لئے بلا احرام "حدودِ حرم" میں داخل ہونا جائز نہیں، اگرچہ وہ متعدّد بار "حرم" میں آتے ہوں کیونکہ اُنہیں حرم میں داخل ہونے کے لئے دو مواقیت تجاوز کرنے پڑیں گے یعنی آفاقی کی میقات اور حِل والوں کی میقات، اور قاعدہ یہ ہے کہ ہر وہ شخص جو دو مواقیت تجاوز کرنے کا ارادہ کرے، اُس کے لئے بلا احرام میقات تجاوز کرنا جائز نہیں ہے۔

چنانچہ قاضی مکۂ مکرمہ مفتی ابو البقاء محمد بن احمد مکی حنفی متوفی ۸۵۴ھ لکھتے ہیں: واعلمْ أنّ الأصلَ أنّ كلّ منْ قصدَ مجَاوزة ميقاتَين لايَجوزلَه أن يُجاوزَه إلّا بإحرامٍ وَمنْ قصَد مُجاوزة ميقَات واحِدحلّ لَه أن يجاوزَه بغَير إحرَام، بيَانه:مَنْ اتى مِيقاتاًبنيّةِ الحجِّأوالعمرةِأودخُول مكّة أودخُول الحَرم

(۱۵۵) بہار شریعت، حج کا بیان، جرم اور اُن کے کفّارے کا بیان، ۱/ ۱۱۶۹

لَایجُوز لَه أن یجاوزَه إلّا بإحرَام لأنّه قصَد مجَاوزة میقاتَین: مِیقات الآفاقِي وَمیقَات أهْل الحلّ۔(۱۵٦)

یعنی، تو جان لے کہ بے شک قاعدہ یہ ہے کہ ہر وہ شخص جو دو مواقیت تجاوز کرنے کا ارادہ کرے، اُس کے لئے بلا احرام میقات تجاوز کرنا جائز نہیں، اور جو ایک میقات تجاوز کرنے کا ارادہ کرے، اُس کے لئے بلا احرام میقات تجاوز کرنا جائز ہے. اِس کی وضاحت یہ ہے کہ جو شخص حج یا عمرہ کی نیت سے میقات کو آئے یا پھر مکہ یا حرم میں داخل ہونے کی نیت سے، تو اُس کے لئے بلا احرام میقات تجاوز کرنا جائز نہیں، کیونکہ اُس نے دو مواقیت (یعنی) آفاقی کی میقات اور حِل والوں کی میقات تجاوز کرنے کا ارادہ کیا ہے۔

اور عدمِ جواز کی ایک وجہ ترکِ واجب لازم آنا ہے، کیونکہ میقات کے باہر سے آنے والے شخص پر حرم میں داخل ہونے کے لئے احرام واجب ہوتا ہے، اگرچہ نسک کے بجائے تجارت یا کسی اور کام کا ارادہ ہو۔

چنانچہ علّامہ رحمت اللہ سندھی حنفی متوفی ۹۹۳ھ اور ملّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں: (لمنْ أراد دخُول مَكّة أو الحَرم وإنْ

(۱۵٦) البحرالعمیق، الباب السادس، فصل: فی مجاوزۃ المیقات بغیر إحرام، ۶۱۷-۶۱۶/۱

كانَ لقصدِ التجَارةِ أو غَيرهَا)...(ولَم يُردْ نُسكاً) أى عنْد دخُوله فيهَا ، فعندَنا يجبُ الإحرَام مطلقاً۔(۱۵۷)

یعنی، جو مکہ یا حرم میں اگرچہ تجارت یا اس کے علاوہ کسی کام کے لئے داخل ہونے کا ارادہ کرے، اور اس میں داخل ہوتے وقت اُس نے نسک کا ارادہ نہ بھی کیا ہو، پس ہمارے نزدیک مطلقاً احرام واجب ہو گا۔

اور مفتی محمد وقار الدین حنفی قادری متوفی ۱۴۱۳ھ لکھتے ہیں: ڈرائیور اور سرکاری ملازم وغیرہ یا جو بھی شخص میقات کے باہر سے مکہ میں داخلہ کا ارادہ رکھتا ہو، وہ بھی بغیر احرام کے مکہ میں نہیں جا سکتا۔(۱۵۸)

اور جتنی بار وہ حرم میں داخل ہوں گے، ہر بار حج یا عمرہ کرنا واجب ہو گا۔

چنانچہ علّامہ رحمت اللہ سندھی اور ملّا علی قاری لکھتے ہیں: (منْ دخلَ) أى مِن أهل الآفاق (مكّة) أوالحرم (بغيرِ إحرام فعلَيه أحد النّسكين) أى مِن الحجّ اوالعُمرة وكَذا عَليه دَم المجَاوزة أو العَودُ۔(۱۵۹)

---

(۱۵۷) لباب المناسک وشرحہ المسلک المتقسط، باب المواقیت، فصل فی احکام مواقیت اهل الآفاق، ص ۱۱۳

(۱۵۸) وقار الفتاویٰ، کتاب المناسک، حج وعمرہ کی فرضیّت کا بیان، ۲/۴۴۴

(۱۵۹) لباب المناسک وشرحہ المسلک المتقسط، باب المواقیت، فصل فی مجاوزۃ المیقات بغیر إحرام، ص ۱۲۳

یعنی، آفاق والوں میں سے جو احرام کے بغیر مکہ یا حرم میں داخل ہو گا، تو اُس پر دو نسک میں سے ایک واجب ہو گا یعنی حج یا عمرہ، اور اسی طرح اُس پر بلا احرام میقات تجاوز کرنے کا دَم یا لوٹنا لازم ہو گا۔

علّامہ نظام الدین حنفی متوفی ۱۱۶۱ھ اور علماء ہند کی جماعت نے لکھا ہے: وَلَوْ جَاوَزَ الْمِيقَاتَ قَاصِدًا مَكَّةَ بِغَيْرِ إِحْرَامٍ مِرَارًا فَإِنَّهُ يَجِبُ عَلَيْهِ لِكُلِّ مَرَّةٍ إِمَّا حَجَّةٌ أَوْ عُمْرَةٌ۔ (۱۶۰)

یعنی، اگر کوئی شخص مکہ (یا حرم) کا ارادہ کرتے ہوئے کئی بار بغیر احرام میقات تجاوز کرے، تو اُس پر ہر بار حج یا عمرہ واجب ہو گا۔

اور مفتی محمد وقار الدین قادری لکھتے ہیں: جتنی مرتبہ مکہ میں داخل ہوں گے ہر مرتبہ ایک عمرہ واجب ہو گا۔ (۱۶۱)

واللہ تعالیٰ اعلم

جمعرات، ۱۸ جمادی الآخری ۱۴۴۱ھ۔ ۱۲ فروری ۲۰۲۰م

منیٰ میں حاجی کو کوئی چیز لگنے سے خون نکل آئے تو کیا حکم ہو گا؟

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر کسی حاجی کو منیٰ میں غلطی سے خون نکل آئے تو کیا حکم ہو گا؟

---

(۱۶۰) الفتاوی الهندية، كتاب المناسک، الباب العاشر فی مجاوزة الميقات بغير احرام، ۲۵۳/۱

(۱۶۱) وقار الفتاوی، کتاب المناسک، حج وعمرہ کی فرضیّت کا بیان، ۴۴۴/۲

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورتِ مسئولہ میں حاجی پر کچھ لازم نہیں آئے گا کیونکہ کفارہ لازم ہونے کی کوئی وجہ نہیں، البتہ اگر خون بہہ کر جسم کے اس حصّے کی طرف آیا کہ جس کا دھونا وضو یا غسل میں فرض ہے تو وضو ٹوٹ جائے گا۔

چنانچہ حدیث شریف میں ہے: عَنْ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ عَنْ تَمِيمِ الدَّارِيِّ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْوُضُوءُ مِنْ كُلِّ دَمٍ سَائِلٍ. رَوَاهُمَا الدَّارَقُطْنِيُّ وَقَالَ: عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ لَمْ يَسْمَعْ مِنْ تَمِيمٍ الدَّارِيِّ وَلَا رَآهُ وَ يَزِيدُ بن خَالِدٍ وَيَزِيد بن مُحَمَّد مَجْهُولَان۔ (۱۶۲)

یعنی، حضرت عمر بن عبد العزیز رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ حضرت تمیم داری رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ سے روایت کرتے ہیں: انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا ہے: ہر بہنے والے خون سے وضو لازم آتا ہے، ان دونوں کو امام دار قطنی نے روایت کیا ہے، اور کہا کہ حضرت عمر بن عبد العزیز رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ نے تمیم داری رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ سے نہ سنا ہے اور نہ ہی اُنہیں دیکھا ہے اور یزید بن خالد اور یزید بن محمد دونوں مجہول راوی ہیں۔

---

(۱۶۲) مشکاۃ المصابیح، کتاب الطھارۃ، باب مایوجب الوضوء، ۱/۸۰

اس کے تحت ملاّعلی بن سلطان قاری حنفی متوفی۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں: أَيْ: إِلَى مَا يجبُ تَطهيرُه كَمَا هُو مَذهبُ أَبِي حنِيفة۔[۱۶۳]
یعنی، مراد یہ ہے کہ بہنے والاخون اس جگہ کی طرف آجائے کہ جس کا پاک کرناواجب ہے جیسا کہ امام اعظم ابو حنیفہ رَضِيَ ٱللَّهُ عَنْهُ کامذہب ہے۔

اور شیخ محقق عبدالحق مُحدِّث دہلوی حنفی متوفی۱۰۵۲ھ لکھتے ہیں:
وضو واجب ست از ہر خون روان این حکم نیز مخصوص بمذہب حنفی ست ونزد ائمہ ثلاثہ ناقض ہماں ست کہ بیرون آید از یکے دو راہ بول وغائط معتاد باشد یا غیرمعتاد وحجت ما این حدیث ست و روایت کردہ است آنرا ابن عدی در کامل از زید بن ثابت ودارقطنی در روے سخن کردہ چنانکہ گفت. رواہما الدارقطنی وقال عمر بن عبدالعزیز لم یسمع من تمیم الداری ولا راہ،روایت کرد این حدیث را وحدیث سابق را دارقطنی وگفت عمر بن عبدالعزیز اموی خلیفہ مشہور نشنیدہ است حدیث از تمیم داری کہ از صحابہ است وندیدہ است او را زیرا کہ وفات تمیم داری در زمان خلافت امیر المؤمنین علی [رضی اللہ تعالیٰ عنہ]ست وولادت عمر بن عبدالعزیز در سنۃ سبع وخمسین، ویزیدبن خالد ویزید بن محمد مجہولان، ویزید بن خالد و یزید بن محمد کہ از رواۃ این حدیث اند مجہول اندو جواب آن ست کہ

(۱۶۳) مرقاۃ المفاتیح شرح مشکا ۃ المصابیح ،کتاب الطھارۃ،باب مایوجب الوضوء،۴۶/۲

حدیث مرسل نزد مامقبول ست و در جہالت ایں دو راوی مذکور اختلاف ست واللہ اعلم[164]

یعنی، ہر بہنے والے خون سے وضولازم آتاہے، یہ حکم حنفی مذہب ہی کے ساتھ مخصوص ہے اورآئمہ ثلاثہ کے نزدیک اس چیز سے وضوٹوٹتاہے کہ جو پیشاب یاپاخانے کے مقام سے خارج ہوخواہ نکلنے والی چیزعادۃً ہویا غیرِ عادۃً اورہماری دلیل یہ حدیث ہے اوراس حدیث کوابن عدی نے"کامل"[165] میں(حضرت زید بن ثابت رَضِیَ اللّٰہُ عَنہُ) سے روایت کیا ہے اور امام دار قطنی نے اس میں کلام فرمایاہے جیسا کہ مُؤلِّف نے گفتگو کی ہے کہ اِن دونوں کو امام دار قطنی نے روایت کیاہے اور فرمایا کہ عمر بن عبد العزیز(رَضِیَ اللّٰہُ عَنہُ) نے حضرت تمیم داری رَضِیَ اللّٰہُ عَنہُ سے نہ سماعت کی ہے اورنہ ہی اِن کی زیارت کی ہے اس حدیث اور پچھلی حدیث کوامام دار قطنی نے روایت کیاہے اور گفتگو فرمائی ہے کہ حضرت سیّدناعمر بن عبد العزیز اُمَوِیّ مشہور خلیفہ ہیں،انہوں نے یہ حدیث صحابیِ رسول حضرت تمیم داری رَضِیَ اللّٰہُ عَنہُ سے نہ سماعت کی ہے اورنہ ہی اِن کی زیارت کی ہے کیونکہ حضرت تمیم داری رَضِیَ اللّٰہُ عَنہُ توحضرت علی رَضِیَ اللّٰہُ عَنہُ کے زمانۂ خلافت ہی میں وفات پاچکے تھے،جبکہ حضرت سیدنا عمر بن عبد العزیز رَضِیَ اللّٰہُ عَنہُ

(۱۶۴) اشعۃ اللمعات فارسی، کتاب الطہارۃ، باب مایوجب الوضوء ۱/۱۹۷

(۱۶۵) الكامل فى ضعفاء الرّجال، الباب الثلاثون: مايتوقع فى آخر الزمان من ظهور الشياطين للناس فيتحدثون ويفتنون، من اسمه أحمد، ۱/۳۱۳

کی ولادت سن 57ھ میں ہوئی ہے (۱۶۶) اس حدیث کے راویوں میں یزید بن خالد رَضِيَ ٱللَّهُ عَنْهُ اور یزید بن محمد مجہول ہیں، اس کا جواب یہ ہے کہ "مرسل" حدیث عندالاحناف مقبول ہے، نیز ان دونوں راویوں کی جہالت میں بھی اختلاف مذکور ہے واللہ اعلم۔

اور مفتی احمد یار خان نعیمی متوفی ۱۳۹۱ھ / ۱۹۷۱م لکھتے ہیں: یعنی جو خون بہہ کر جسم کے اس حصہ کی طرف آجائے جس کا دھونا غسل میں فرض ہے وہ ناقض وضو ہے۔ یہ حدیث امام اعظم کی دلیل ہے کہ خون وضو توڑتا ہے۔ حضرت امام شافعی اس کے خلاف ہیں۔ مصنف نے اس حدیث پر

---

(۱۶۶)[لیکن راجح قول کے مطابق ان کی ولادت 61ھ میں ہوئی ہے اور یہی اکثر مؤرخین کا قول ہے کمافی "موسوعۃ السّیر للصلاّبی" (موسوعة السّير، المبحث الأول من الميلاد إلى خلافته، أولاً: اسمه ولقبه و كنيته وأسرته، ۹/۱۳-۱۴، وفيه: اختلف المؤرخونَ فی سنة ولادته، والراجح أنه ولد عام ۶۱ھ، وهو قول أكثر المؤرخينَ) اور اس کی تائید اس کے ذریعے بخوبی ہوتی ہے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سن 101ھ میں وفات پائی ہے اور یہی صحیح قول ہے کمافی "تهذيب الكمال في أسماء الرّجال" (تهذيب الكمال فی أسماء الرّجال، عمر بن عبدالعزیز بن مروان بن حكم القرشی الأموی، ۴۴۶/۲۱، وفيه: قال عَمْرو بْن علي: ملك سنتين وخمسة أشهر وخمسة عشر يوما، ومات يوم الجمعة لعشر بقين من رجب سنة إحدى ومئة. وكَذَلِكَ قال أَبُو نعيم، وأَبُو مسهر، وغير واحد: أنه مات في رجب سنة إحدى ومئة. وَقَال الهيثم بْن عدي: مات سنة اثنتين ومئة والصحيح الأول) وفی "الكاشف فی معرفة من له رواية فی الكتب السّتّة" (الكاشف فی معرفة من له رواية فی الكتب السّتّة، حرف العين، ۳۰۷/۲، وفيه: مات سنة: ۱۰۱ لعشر بقين من رجب) نیز وقتِ وصال آپ کی مبارک عمر 40 سال تھی کمافی "تقريب التهذيب" (تقريب التهذيب، حرف العين، ص ۵۷۴، وفيه: وله أربعون سنة) واللہ تعالیٰ اعلم... راقم غفرلہ]

دو اعتراض کئے ایک یہ کہ یہ حدیث مرسل ہے کہ بیچ میں ایک راوی چھوٹ گیاہے دوسرے یہ کہ اس کی اسناد میں دوراوی مجہول ہیں مگر خیال رہے کہ حنفیوں کے نزدیک حدیث مرسل قابل عمل ہے۔ نیز حنفیوں کے اس مسئلے کا مدار صرف اس حدیث پر نہیں، بلکہ بخاری، ابن ماجہ، ترمذی، طبرانی، موطا امام مالک، ابو داؤد وغیرہم کی بہت سی احادیث پر ہے چنانچہ بخاری میں ہے کہ حضور (ﷺ) نے فاطمہ بنت ابی حبیش سے فرمایا کہ جب تمہارے حیض کا زمانہ نکل جائے تو استحاضہ کے زمانہ میں ہر نماز کیلئے نیا وضو کرو اگر خون وضو نہیں توڑتا تو استحاضہ والی عورت معذور کیوں قرار دی گئی نیز ابو داؤد، ابن ماجہ وغیرہ میں ہے کہ حضور (ﷺ) فرماتے ہیں اگر نماز میں کسی کی نکسیر پھوٹ جائے تو نماز چھوڑ کر وضو کرے، پھر نماز پوری کرے اس کی پوری تحقیق ہماری کتاب "جاء الحق" حصہ دوم میں دیکھو، خیال رہے کہ بہتا خون بحکم قرآن نجاست ہے اور نجاست کا نکلنا وضو توڑتا ہے۔ ایسی صحیح مرفوع حدیث فقیر کی نظر سے نہ گزری جس میں ہو کہ خون ناقض وضو نہیں۔[١٦٧]

واللہ تعالیٰ اعلم

یوم السبت، ١٥ ذوالحجۃ ١٤٤٠ھ۔ ١٧، اغسطس ٢٠١٩م

محرم کو ماسک پہننا کیسا ہے؟

(١٦٧) مرآۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، پاکی کی کتاب، وضو واجب کرنیوالی چیزوں کا باب، تیسری فصل، ١/٢٤٨

الإستفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ محرم اپنے چہرے پر ماسک لگا سکتا ہے؟

باسمه تعالى وتقدس الجواب: صورتِ مسئولہ میں محرم اپنے چہرے پر ماسک نہیں لگا سکتا، کیونکہ اسے لگانے کے سبب چہرے کا کچھ حصہ چھپ جاتا ہے، اور حالتِ احرام میں چہرہ چھپانا ممنوع ہے۔

چنانچہ حدیث شریف میں ہے: **عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، أَنَّ رَجُلًا أَوْقَصَتْهُ رَاحِلَتُهُ وَهُوَ مُحْرِمٌ، فَمَاتَ. فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اغْسِلُوهُ بِمَاءٍ وَسِدْرٍ وَكَفِّنُوهُ فِي ثَوْبَيْهِ، وَلَا تُخَمِّرُوا رَأْسَهُ وَلَا وَجْهَهُ، فَإِنَّهُ يُبْعَثُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مُلَبِّيًا.** (۱٦۸)

یعنی، حضرت ابن عباس رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا سے روایت ہے: ایک شخص حالتِ احرام میں اپنی سواری سے گر کر فوت ہو گیا، پس رسول صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: اسے پانی اور بیری کے پتوں سے غسل دو اور اس کے دو کپڑوں میں اسے کفن دو، اور اس کا سر اور چہرہ مت چھپانا کیونکہ یہ روزِ قیامت تلبیہ پڑھتے ہوئے اُٹھایا جائے گا۔

اور مروی ہے کہ: **عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: انه كانَ لا يجوزُ للمحرمِ أن يخمّر وجهَه۔** (۱٦۹)

---

(۱٦۸) صحیح مسلم، کتاب الحج، باب مایفعل بالمحرم إذا مات، برقم ۹۸، ۲/۸٦٦

(۱٦۹) کتاب المناسک من الأسرار، مسائل اللبس، مسألة: هل للمحرم أن يغطي وجهه، ق ۲۴۸

یعنی، حضرت ابن عباس رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهُمَا سے روایت ہے: محرم کے لئے اپنا چہرہ چھپانا جائز نہیں ہوتا۔

اس حدیث کا ظاہر اس بات کا فائدہ دیتا ہے کہ محرم کو اپنا چہرہ کھلا رکھنا واجب ہے، اور فقہاء کرام نے اسی حدیث شریف سے چہرے کو کُھلا رکھنے پر استدلال کیا ہے۔

چنانچہ امام ابو الحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں: ولنا قولهُ عليه الصّلاة والسّلام: "لا تخمّروا وجهه ولا رأسَه فإنّه يبعثُ يومَ القيامةِ ملبياً". قاله في محرم توفي۔(۱۷۰)

یعنی، اور ہماری دلیل محرم میت کے بارے میں حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّم کا فرمان ہے: "تم اس کے چہرے اور سر کو نہ چھپاؤ پس بے شک یہ روزِ قیامت تلبیہ کہتے ہوئے اُٹھایا جائے گا" حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّم نے اسے حالتِ احرام میں وفات پانے والے شخص کے بارے میں فرمایا ہے۔

اور امام ابو زید عبد اللہ بن عمر دبوسی حنفی متوفی ۴۳۰ھ لکھتے ہیں: نهى عن تخميرِ وجهِه، وعلل النّهي ببقاءِ الإحرامِ بعد موتِه۔ فدلّ على ثبوتِ هذا الحكم حال الحيَاة من طريقِ الأولىٰ، ولأن الإحرامَ حَال الحيَاة أقوى۔(۱۷۱)

(۱۷۰) الهداية، كتاب الحج، باب الإحرام، تحت قوله: ولا يُغطّيوجههُ ولا رأسهُ، ص۱٦٧

(۱۷۱) كتاب المناسك من الأسرار، مسائل اللبس، مسألة: هل للمحرم أن يغطي وجهه، ق۲٤٧

یعنی، محرم میت کے چہرہ کو چھپانے سے منع کیا گیا ہے، اور نہی کی علّت موت کے بعد بقاءِ احرام بتائی ہے، پس اس نے بطریقِ اَولیٰ حالتِ حیات میں اس حکم کے ثبوت پر دلالت کی کیونکہ حالتِ حیات میں احرام زیادہ قوی ہے۔

اور علاّمہ ابوالحسن کبیر محمد بن عبد الھادی سندھی حنفی متوفی ۱۱۳۸ھ مندرجہ بالا حدیث شریف کے بارے میں لکھتے ہیں: قِيلَ كشف الوجهِ ليسَ لمراعاةِ الإحرامِ وَإِنّما هو لصيانَةِ الرأسِ من التغطيةِ كذا ذكرَه النّووى وزعمَ انّ هذا التأوِيل لازمٌ عِند الكلّ قلْت ظَاهر الحدِيث يفيدُ ان المحرمَ يجبُ عليهِ كشف وجهِه وإن الأمْر بكشفِ وجهِ الميّتِ لمراعاةِ الإحرامِ نعم من لا يقولُ بمراعاةِ إحرامِ الميّتِ يحملُ الحديثَ على الخصوْصِ وَلا يلزمُ منه أن يؤولَ لحدِيْثكما زعم۔(۱۷۲)

یعنی، کہا گیا اس حدیث میں چہرہ کو کھلا رکھنے کا حکم دینا احرام کی رعایت کے لئے نہیں، بلکہ سر کے چھپنے سے حفاظت کے لئے ہے، اسی طرح اسے امام نووی نے ذکر فرمایا اور انہوں نے گمان کیا ہے کہ بے شک یہ تاویل تمام کے نزدیک لازم ہے، (شارح کہتے ہیں) میں نے کہا کہ حدیث کا ظاہر اس بات کا فائدہ دیتا ہے کہ محرم کو اپنا چہرہ کھلا رکھنا واجب ہے، اور بے شک میت کے چہرے کو کھلا رکھنے کا حکم دینا ہے احرام کی رعایت کی وجہ سے ہے، ہاں جو میت کے احرام کی رعایت کی وجہ سے اس حکم کے ہونے کا قائل نہیں تو وہ

(۱۷۲) شرح سنن ابن ماجة، أبواب المناسک ومتعلقاتها، ۲/۲۶۱

حدیث کو خصوصیت پر محمول کرتا ہے،اوراس سے لازم نہیں آئے گا کہ حدیث کی تاویل پیش کی جائے جیسا کہ انہوں نے گمان کیا ہے۔

اور حدیث شریف میں ہے جسے امام ابوالحسن احمد بن محمد قدوری حنفی متوفی ۴۲۸ھ نے نقل کیا کہ: لنا: مَاروی ابن عمرَ رضی اللّٰہ عنہما: "أن النّبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال فِی المحرمِ: لایغطی اللحیۃ فإنہا من الوجہِ"(۱۷۳)

یعنی، ہماری دلیل یہ ہے جو حضرت ابن عمر رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُمَا سے روایت کیا گیا ہے "بے شک نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّم نے محرم کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ وہ ڈاڑھی کو نہ چھپائے کیونکہ یہ چہرے سے ہے"

لہذا مندرجہ بالا احادیث نبویہ علیہ التحیۃ والثناء سے ثابت ہوا کہ مرد پر واجب ہے کہ حالتِ احرام میں اپنا چہرہ کھلا رکھے۔ اگر کوئی اعتراض کرے کہ حدیث شریف میں ہے: عَنِ ابْنِ عُمَرَ: أَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِحْرَامُ الْمَرْأَۃِ فِی وَجْھِھَا، وَإِحْرَامُ الرَّجُلِ فِیرَأْسِہ.(۱۷۴)

یعنی، حضرت ابن عمر رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُمَا سے روایت ہے: بے شک نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: عورت کا احرام اُس کے چہرے میں ہے اور مرد کا احرام اُس کے سر میں ہے۔

---

(۱۷۳) التجرید، کتاب الحج، یجب علی الرجل کشف وجھہ، ۱۷۹۰/٤

(۱۷٤) سُنَن الدّارقطنیّ، کتابالحج، باب المواقیت، برقم۱، ۲۷۳۵۔ ۲۵۸/۲

حدیث شریف میں مرد کے چہرے کا ذکر نہیں ہے بلکہ سر کا ذکر ہے، لہذا مرد کو چہرہ کُھلا رکھنا واجب نہیں ہے تو اس کا جواب دیتے ہوئے امام ابوزید دبوسی حنفی لکھتے ہیں: ولأنّ الإِحْرَامَ مَا أوجب على المرأةِ إلا كشُف عضوٍ واحِدٍ, فكذلك من الرجلِ . لأنّ العلّةَ فيهما واحِدَة وهو الإِحْرَام . إلا ان الرأسَ من المرأةِ عورة فأُبدَل الوَجْه. ولأنّ الوجهَ من الرّجلِ يكُون مكشوفاً عادَة فَلا يظهُر فى انكشافِه أثر الإِحْرَامِ فجعلَ فى الرأسِ. فأمّا المرأة فوَجهَا فى نقَاب إذا برزت عَادة فظهر الأثرُ فيْه فلمْ يزدُ عليهِ ....والمعنى: إن الإحرامَ إذا صح أوجبَ كشف الوجْه.[۱۷۵]

یعنی، کیونکہ عورت پر ایک ہی عضو کا کُھلا رکھنا واجب ہے، پس ایسے ہی مرد کے لئے حکم ہے، کیونکہ ان دونوں میں علّت ایک ہی ہے اور وہ احرام ہے، مگر عورت کا سر چھپانے کی چیز ہے لہذا بدل میں چہرے کا حکم ہے، اور اس لئے کہ مرد کا چہرہ عادۃً کھلا رہتا ہے، پس اسے کُھلا رکھنے میں چونکہ احرام کا اثر ظاہر نہیں ہو گا، لہذا مرد کا احرام اُس کے سر میں رکھا گیا ہے، رہی عورت تو اُس کا چہرہ چونکہ عادۃً نقاب ہی میں ظاہر ہوتا ہے، لہذا عورت کے احرام کا اثر چہرہ کھلا رکھنے میں ظاہر ہو گا، پس چہرے پر زیادتی نہیں کی، اور معنیٰ یہ ہے کہ احرام اُسی وقت صحیح ہو گا کہ چہرے کو کُھلا رکھنا واجب قرار دیا جائے۔

(۱۷۵) كتاب المناسك من الأسرار، مسائل اللبس، مسألة: هل للمحرم أن يغطى وجهه، ق ۲۴۷-۲۴۹

دوسری بات یہ کہ عورت کے چہرہ کھولنے میں فتنے کا اندیشہ تھا، تب بھی حکم ہوا کہ وہ چہرہ کھولے، جب عورت کو چہرہ کھولنے کا حکم ہے تو مرد کو بطریقِ اَولیٰ چہرہ کھولنا لازم ہوگا۔

چنانچہ امام مرغینانی لکھتے ہیں: ولأن المرأة لا تغطی وجهها مَع أن فی الکشفِ فتنة فالرّجل بالطّریقِ الأولی۔ (۱۷۶)

یعنی، اور مرد کو اس لئے بھی چہرہ چھپانا ممنوع ہے کہ عورت اپنا چہرہ نہیں چھپائے گی حالانکہ کھولنے میں فتنہ ہے، تو مرد بطریقِ اولیٰ چہرہ نہیں چھپائے گا۔

اور احناف کے نزدیک بھی حالتِ احرام میں مرد کو چہرہ کُھلا رکھنا واجب ہے۔

چنانچہ امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ لکھتے ہیں: ولَا تغط رَأسک ولَا وَجُهک۔ (۱۷۷)

یعنی، حالتِ احرام میں تو اپنے سر اور چہرے کو نہیں چھپانا۔

اور امام قدوری لکھتے ہیں: قَال أصحابنا: یجبُ علی الرجلِ کشف وجهه، وقَال الشافعی: لایجب۔ (۱۷۸)

---

(۱۷۶) الهدایة، کتاب الحج، باب الإحرام، ولا یُغطّی وجههُ ولا رأسهُ، ص۱۶۷

(۱۷۷) کتاب الأصل، کتاب المناسک، ۲/۲۹۶

(۱۷۸) التجرید، کتاب الحج، یجب علی الرجل کشف وجهه، ۴/۱۷۹۰

یعنی، ہمارے اصحاب نے فرمایا: مرد پر حالتِ احرام میں اپنے چہرے کو کھلا رکھنا واجب ہے، اور امام شافعی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ نے فرمایا: واجب نہیں۔

اور اپنی دوسری کتاب میں لکھتے ہیں: ولا یُغطّی رأسهُ ولا وجههُ۔(۱۷۹)

یعنی، محرم اپنے چہرے اور سر کو نہ چھپائے۔

امام ابوزید دبوسی حنفی لکھتے ہیں: إن المحرمَ لا یحلّ له أن یغطیوجُهه۔(۱۸۰)

یعنی، محرم کے لئے اپنا چہرا چھپانا حلال نہیں۔

اور امام مالک کا بھی یہی قول ہے، اور ایک روایت کے مطابق امام احمد بن حنبل بھی اسی کے قائل ہیں۔

چنانچہ مُلّا علی قاری حنفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں: فإن الرّجلَ ممنوع من تغطیتِهما, والمرأة ممنوعة من تغطیة الوجه لا غیُر. ثمّ تغطیة الرأسِ حرام علی الرّجلِ إجماعاً کتغطیة وجُه المرأة، وأمّا تغطیة وجهِه فحَرام کالمرأة عندنا, وبه قَالَ مالک وأحمد فی روایة۔(۱۸۱)

---

(۱۷۹) مختصر القدوری، کتاب الحج، ٦٦۔٦٧

(۱۸۰) کتاب المناسک من الأسرار، مسائل اللبس، مسألة: هل للمحرم أن یغطی وجهه، ق ٢٤٦

(۱۸۱) المسلک المتقسط فی المنسک المتوسط، باب الجنایات وأنواعها، فصل: فی تغطیة الرأس والوجه، ص ٤٣٥

یعنی، مرد کو سر اور چہرہ چھپانا ممنوع ہے، اور عورت کو صرف چہرہ چھپانا ممنوع ہے، پھر مرد کو سر چھپانا بالاجماع حرام ہے جیسے عورت کا چہرہ چھپانا اور مرد کا اپنے چہرے کو چھپانا ایسے ہی حرام ہے جیسے ہمارے نزدیک عورت کو حرام ہے، اور ایک روایت کے مطابق امام مالک اور امام احمد بن حنبل رَضِيَ اللهُ عَنهُمَا نے بھی یہی کہا ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم

قِران

قارِن طواف کے چار چکر کے بعد وقوف کرے تو باقی واجبات کب ادا کرے؟

اگر باقی واجبات طوافِ زیارت کے بعد کرے تو کیا حکم ہو گا؟

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک قارِن نے طوافِ عمرہ کے چار چکر لگانے کے بعد وقوفِ عرفہ کر لیا، اب وہ بقیہ طوافِ عمرہ اور عمرہ کی سعی کب کرے؟ اگر طوافِ زیارت سے پہلے کا حکم ہے، تو اِس کے خلاف کرنے یعنی طوافِ زیارت کے بعد کرنے پر شرعاً کیا لازم ہو گا؟ (السائل: صوفی اقبال ضیائی صاحب، مدینہ منورہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورتِ مسئولہ میں وہ شخص بقیہ طوافِ عمرہ اور عمرہ کی سعی "طوافِ زیارت" سے پہلے کرے۔

چنانچہ علّامہ علاء الدین حصکفی حنفی متوفی۱۰۸۸ھ اور علّامہ سید محمد ابن عابدین شامی حنفی متوفی۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:(فَلَوْ أَتَی بِأَرْبَعَةِ أَشْوَاطٍ وَلَوْ بِقَصْدِ الْقُدُومِ أَوْالتَّطَوُّعِ)...(لَمْ تَبْطُلْ)لِأَنَّهُ أَتَی بِرُکْنِهَا وَلَمْ یَبْقَ إِلَّا وَاجِبَاتهَا مِنْ الْأَقَلِّ وَالسَّعْيِ.بَحْرٌ. قَوْلُهُ:(وَیُتِمُّهَا یَوْمَ النَّحْرِ)أَيْ : قَبْلَ طَوَافِ الزِّیَارَةِ لُبَابٌ۔(۱۸۲)

یعنی،اگر قارِن نے(وقوفِ عرفہ سے قبل)چار چکر لگالئے،اگرچہ طوافِ قدوم یا نفلی طواف کے ارادے سے،تو اُس کا قِران باطل نہ ہوگا،کیونکہ اُس نے عمرہ کے رُکن کی ادائیگی کرلی ہے،اوراب اُس پر واجبات یعنی طوافِ عمرہ کے اقل چکر اور سعی کے علاوہ کچھ باقی نہ رہا(بحر الرائق)اوروہ اِن واجبات کی ادائیگی یومِ نحر یعنی طوافِ زیارت سے پہلے کرے گا(لباب)۔

علّامہ رحمت اللہ سندھی حنفی متوفی۹۹۳ھ لکھتے ہیں:وَلَوطَافَ لهَا أَربعَة أَشوَاط لَم یصِرْ رَافضاً بالوقُوفِ لِأَنَّهُ أَتَی بالأکثرِ فبقيَ قَارِناً وعلیه أن یُتِمَّ بَقیة الطّوَاف یوم النّحر۔(۱۸۳)

یعنی،اگر قارِن نے طواف کے چار چکر لگائے،تو''وقوفِ عرفہ''کے سبب عمرہ کو چھوڑنے والا نہیں ہوگا،کیونکہ وہ اکثر طوافِ عمرہ کی ادائیگی

(۱۸۲)الدرّ المختار وشرحہ ردالمحتار، کتاب الحج، باب القران، ۶۳۹/۳

(۱۸۳)مجامع المناسک ونفع النّاسک،باب القران،فصل : فی شرائط صحة القران،ص۳۰۸

کرچکا ہے، لہذا وہ قارِن باقی رہے گا، اور اُس پر لازم ہے کہ وہ بقیہ طواف یومِ نحر کو مکمل کرے۔

لیکن اگر کوئی اِن واجبات کی ادائیگی سے قبل طوافِ زیارت اور حج کی سعی کرے گا، تو اُس کے تین چکر طوافِ عمرہ کی طرف پلٹ جائیں گے، اور حج کی مکمل سعی "عمرہ" کی شمار ہو جائی گی۔

چنانچہ علّامہ رحمت اللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں: لَو طَافَ لعُمرتِه أربَعَةَ أشوَاط ولَمْ يسْعَ لهَا ثمّ طَافَ يَوم النّحر للزّيارةِ وسَعى فانّ ثلاثَةَ أشوَاط تحول لعُمرتِه وكذا سَعيه۔ (۱۸۴)

یعنی، اگر قارِن نے طوافِ عمرہ کے چار چکر لگائے اور عمرہ کی سعی نہیں کی تھی، پھر یومِ نحر طوافِ زیارت کیا اور سعی کی، تو بے شک تین چکر عمرہ کی طرف پلٹ جائیں گے، اور یونہی اُس کی سعی۔

اور اس صورت میں طوافِ زیارت کے تین چکر مزید لگانے ہوں گے نیز حج کی مکمل سعی بھی کرے گا، کیونکہ طوافِ زیارت سے تین چکر عمرہ کی طرف پلٹ چکے ہیں، اور حج کی مکمل سعی "عمرہ" کی شمار ہو چکی ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم

جمعہ، ۱۵ جمادی الاُولیٰ ۱۴۴۱ھ۔ ۱۰ جنوری ۲۰۲۰م

متفرق

کیا ذوالحلیفہ کے بعض کنوؤں میں حضرت علی نے جنات سے جنگ کی تھی؟

(۱۸۴) مجامع المناسک ونفع النّاسک، باب القران، فصل: فی شرائط صحة القران، ص ۳۰۸۔۳۰۹

الإستفتاء: کیافرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ کہاجاتاہے کہ بعض ابیارِ علی میں حضرت علی رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُ نے جنّوں سے جنگ کی تھی، یہ بات درست ہے یا نہیں؟

باسمہ تعالی وتقدس الجواب: صورتِ مسئولہ میں یہ بات کتابوں میں ثابت نہیں، بلکہ علماء نے ایسا کہنے والے کی تکذیب کی ہے۔

چنانچہ شیخ الاسلام مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ "علّامہ ابن امیر الحاجّ حنفی متوفی ۸۷۹ھ" کے حوالے سے لکھتے ہیں: ومی گویندکه درین مکان قتال کرده بودحضرت علی کرم الله وجهه باجنّیان دربعضے چاه ہائ ذوالحلیفه ولیکن این امرثابت نیست درکتب بلک تکذیب کرده اندعلماء قائل اورا۔ کمَاذکرہ ابن امیر الحاج۔[185]

یعنی، کہتے ہیں کہ ذوالحلیفہ کے بعض کوؤں میں حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نے جنّات سے جنگ کی تھی، لیکن یہ معاملہ کتابوں میں ثابت نہیں ہے بلکہ علماء نے ایسا کہنے والے کی تکذیب فرمائی ہے جیسا کہ "علّامہ ابن امیر الحاج" نے "مناسک ابن امیر الحاج"[186] میں اسے ذکر فرمایاہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم

یوم الأربعاء، ۲۳صفر ۱۴۴۱ھ۔ ۲۲، اکتوبر ۲۰۱۹م

---

(۱۸۵) حیاۃ القلوب، باب اول در بیان احرام، فصل دُویم در بیان مواقیت احرام حج وعُمرہ، ص ۵۴

(۱۸٦) مناسک ابن امیرالحاج ،الباب الأول فی بیان کیفیّة الشروع فی أفعال الحج، ق۱۸/ب، مخطوط مصوّر

ماخذ ومراجع

۞اشعۃ اللمعات فارسی، شیخ محقق عبد الحق مُحدِّث دہلوی حنفی متوفی ۱۰۵۲ھ، مطبوعہ: کتب خانہ مجیدیہ، ملتان

۞أعلامُ السُّنَن فی شرح صحیح البُخاری، للحافظ أبي سلیمان حَمد بن محمّد الخطّابی الشّافعی (ت ۳۸۸ھ)، مطبوعة: دار الکتب العلمیة، بیروت، الطبعة الأولیٰ ۱۴۲۸ھ۔۲۰۰۷م

۞الإنصاف في معرفة الرّاجح من الخلاف، للعلّامة علاء الدّین أبي الحسن علی بن سلیمان المرداویّ الحنبلی (ت۸۸۵ھ)، مطبوعة: بیت الأفکار الدّولیّة، لبنان

۞البحر العمیق فی مناسک المعتمر و الحاجّ إلی بیت الله العتیق لإبن الضّیاء، محمد بن أحمد المکی الحنفی (ت۸۵٤ھ)، تحقیق عبدالله نذیر أحمد عبد الرّحمن مزی، مطبوعة: مؤسسة الریان، بیروت، الطبعة الأولیٰ ۱٤۲۷ھ۔ ۲۰۰٦م

۞البنایة شرح الهدایة، للعینی، للإمام محمود بن محمد بن موسی المعروف بدر الدّین الحنفی (ت۸۵۵ھ) تحقیق أیمن صالح شعبان، مطبوعة: دار الکتب العلمیة، بیروت، الطّبعة الأولیٰ ۱٤۲۰ھ۔۲۰۰۰م

۞التجرید، للعلّامة أبي الحسن أحمد بن محمد القدوری الحنفی (ت۴۲۸ھ)، مطبوعة: مکتبۂ محمودیه، قندهار افغانستان

۞التّوضیح لشرحِ الجامع الصّحیح، للعلّامة سراج الدّین أبي حفص عمر بن علی بن أحمد الأنصاری الشّافعی المعروف بإبن المُلَقّن (ت ۸۰۴ھ)، غراس للنشر والتوزیع والدّعایة والإعلان، الکویت، الطبعة الأولیٰ ۱۴۳۱ھ۔۲۰۱۰م

۞الجوهرة النیرة شرح القدوری للإمام أبي بکر بن علی بن محمد حدادی الحنفی (ت۸۰۰ھ)، مطبوعة: دار الکتب العلمیة، بیروت، الطبعة الأولیٰ ۱٤۲۷ھ۔ ۲۰۰٦م

۞الحاوِی الصّغِیر، لنجم الدّین عبد الغفار بن عبدالکریم القَزوینیّ الشّافعیّ (ت٦٦٥ھ)، مطبوعة: دار مطبوعة: دار إبن الجوزی، الطبعة الأولیٰ ۱۴۳۰ھ

۞الحَطّاب مواهب الجليل فى شرح مختصر الشّيخ خليل،للإمام أبي عبد الله محمّد بن محمّد بن عبد الرّحمٰن المالكى الشهير بالحطّاب (ت٩٥٤هـ)، مطبوعة:دار الرضوان،مُوريتَانيَا،الطبعة المحققة الأولىٰ١٤٣١هـ-٢٠١٠م

۞الدّرّالمختار شرح تنوير الأبصار،للعلامة علاؤ الدين محمد بن على بن محمد بن على بن عبد الرّحمن حصكفى الحنفى(ت١٠٨٨هـ)،مطبوعة:دار الكتب العلمية،بيروت،الطبعة الأولىٰ١٤٢٣هـ-٢٠٠٢م

۞السّنن الكبرى،للإمام أبي بكر أحمد بن حسين بن على البيهقى (ت٤٥٨هـ)، تحقيق:محمد عبد القادر عطا،مطبوعة :دارالكتب العلمية،بيروت،١٤٢٠هـ - ١٩٩٩م

۞الفتاوى الهندية،للعلّامة نظام الدين الحنفى(ت١١٦١هـ)، مطبوعة: دار المعرفة،بيروت،الطبعة الثالثة١٣٩٣هـ-١٩٧٣م

۞الفجرالسّاطع على الصّحيح الجامع،للإمام محمّد الفضيل بن الفاطمى الشبيهى الزّرهونى المالكى(ت١٣١٨هـ)،مطبوعة: مكتبة الرّشد،الرّياض،الطبعة الأولىٰ١٤٣٠هـ-٢٠٠٩م

۞القرآن الكريم

۞الكاشف فى معرفة من له رواية فى الكتب السّتّة،للحافظ أبي عبد الله محمد بن أحمد بن عثمان الذّهبى،(ت٧٤٨هـ)، مطبوعة:دار الفكر،بيروت،الطبعة الأولىٰ١٤١٨هـ-١٩٩٧م

۞الكافى فى الفقه على مذهب الإمام أحمد بن حنبل،للعلّامة موفق الدّين أبي محمّد عبد الله بن أحمد بن محمد بن قدامة المَقْدِسى الحنبلى (ت٦٢٠هـ)، مطبوعة:مكتبة المورد،الأزهر-مكتبات نور وهداية،جدة،الطبعة الأولىٰ١٤٢٧هـ

۞الكافى فى فقه أهل المدينة،للإمام إبن عبدالبر القرطبى (ت٤٦٣هـ)، مطبوعة: المكتبة العصريّة،بيروت،الطبعة الأولىٰ١٤٢٨هـ-٢٠٠٧م

۞الكافى للحاكم الشهيد وشرحه المبسوط للسّرخسى.للإمام أبي الفضل محمد بن محمد بن أحمد المروزى الحنفى (ت٣٣٤ /٣٤٤هـ).مطبوعة:مكتبه رشيديه، كوئٹه

۞الكامل فى ضعفاء الرجال.للإمام أبي أحمد عبد الله بن عدى جرجانى (ت٣٦٥هـ).مطبوعة:دار الكتب العلمية،بيروت،الطبعة الأولىٰ١٤١٨هـ-١٩٩٧م

۞اللّامع الصّبيح بشرح الجامع الصّحيح.للإمام شمس الدّين أبي عبدالله محمد بن موسى العسقلانىّ الشّافعىّ(ت٨٣٧هـ).مطبوعة:دار النّوادر، سورية، الطبعة الأولىٰ١٤٣٣هـ-٢٠١٢م

۞اللباب فى شرح الكتاب.للإمام عبد الغنى بن طالب الحنفى (ت١٢٩٨هـ)، مطبوعة:دار الكتاب العربى،بيروت،١٤٢٥هـ-٢٠٠٤م

۞المُحلّى بالآثار.لأبي محمد على بن أحمد بن سعيد بن حزم الأندلسىّ الشّهير بإبن حزم الظّاهرىّ(ت٤٥٦هـ).مطبوعة:بيت الأفكار الدّوليّة

۞المحيط للسّرخسى.للإمام شمس الدّين أبو بكر محمد بن أحمد بن أبي سهل الحنفى(ت٤٩٠هـ).مخطوط مصوّر

۞المختار الفتوى.للعلّامة مجد الدّين عبدالله بن محمود الحنفى (ت٦٨٣هـ)، مطبوعة:مكتبة نزار مصطفى الباز.الرّياض،الطبعة الأولىٰ١٤١٨هـ-١٩٩٧م

۞المسالك فى المناسك.للإمام منصورمحمد بن مكرم بن شعبان كرمانى الحنفى (ت٥٩٧هـ).مطبوعة:دار البشائر الإسلامية،بيروت.الطبعة الأولىٰ ١٤٢٤هـ-٢٠٠٣م

۞المسلك المتقسط فى المنسك المتوسط للقارى.للإمام نور الدين على بن محمد سلطان الهروى الحنفى(ت١٠١٤هـ)، محقق محمد طلحه بلال احمد مينار، مطبوعة:المكتبة الإمدادية،مكة المكرمة.الطبعة الأولى١٤٣٠هـ-٢٠٠٩م

۞المعجم الأوسط.للإمام أبي القاسم سليمان بن أحمد بن أيوب طبرانى (ت٣٦٠هـ).مطبوعة:دار الكتب العلمية،بيروت،الطبعة الأولىٰ١٤٢٠هـ-١٩٩٩م

۝المفهم لما أشكل من تلخيص كتاب مسلم ،للعلّامة أبي العباس أحمدبن عمرابراهيم القرطبي المالكی(ت۶۵۶ھ)، مطبوعة:دار إبن كثير ،بيروت،الطبعة الثالثة۱۴۲۶ھ-۲۰۰۵م

۝المقدّمة الحضرميّة فی الفقهِ الشّافِعی مع شرحه المنهاج القويم فی مسائل التّعليم،للعلّامة عبدالله بن عبدالرّحمٰن (ت۹۱۸ھ)،مطبوعة:دار الكلم الطيّب،دمشق-دار العلوم الإنسانية،دمشق،الطبعة الرابعة۱۴۲۵ھ-۲۰۰۴م

۝المهذب مع شرحه كتاب المجموع للنّووی،للعلّامة أبي اسحاق الشّيرازی الشّافعی(ت۴۵۵ھ)،مطبوعة:دار إحياءالتراث العربي،بيروت،الطبعة الأولیٰ ۱۴۲۲ھ-۲۰۰۱م

۝الهداية شرح بداية المبتدی للمرغينانی،برہان الدين أبي الحسن علی بن أبي بكر الحنفی(ت۵۹۳ھ)،دار الارقم،بيروت

۝بداية المجتهد ونهاية المقتصد،للإمام أبي الوليد محمد بن أحمدقرطبی مالكی(ت ۵۹۵ھ)،الناشر:دار الحديث القاهرة،تاريخ النشر۱۴۲۵ھ-۲۰۰۴م)

۝بدائع الصّنائع فی ترتيب الشرائع للكاسانی،علاؤ الدين أبي بكر بن مسعود الحنفی(ت۵۸۷ھ) تحقيق وتعليق علی محمد معوض و عادل أحمد،دار الكتب العلمية،بيروت،الطبعة الأولیٰ۱٤۱۸ھ-۱۹۹۷م

۝بہارشریعت،صدرالشریعہ محمد امجد علی اعظمی حنفی (ت۱۳۶۷ھ)،ناشر: مکتبۃ المدینہ،کراچی، طباعت۱۴۳۵ھ-۲۰۱۴م

۝تبيين الحقائق شرح كنز الدّقائق،للإمام فخر الدين عثمان بن علی الزّيلعی الحنفی(ت۷٤۳ھ)،مطبوعة:دار الكتب العلمية ، بيروت،الطبعة الأولیٰ ۱٤۲۰ھ-۲۰۰۰م

۝تُحفَة البَارِی بشرح صَحيح البخاري،للإمام أبي يحی زكريّا بن محمد الأنصاری الشّافعی(ت ۹۲۶ھ)،مطبوعة:دار الكتب العلمية،بيروت،الطبعة الأولیٰ ۱۴۲۵ھ-۲۰۰۴م

۞تحقيق الكواكب الدّرارى شرح البخارى،للعلّامة محمدبن يوسف الكرمانى الشّافعى(ت ٧٨٦هـ)، مطبوعة:دار إحياء التراث العربى،بيروت

۞تفسير الطّبرىّ المُسمّى جامع البيان فى تأويل القرآن،لأبى جعفر محمّد بن جرير الطّبرىّ،(ت٣١٠هـ)،مطبوعة:دارالكتب العلمية،بيروت،الطبعة الرّابعة ١٤٢٦هـ-٢٠٠٥م

۞تفسير الملّا على القارى،للعلّامة على بن سلطان محمد القارى الحنفى (ت١٠١٤هـ)، مطبوعة:المكتبة المعروفيّة،كوئٹہ، الطبعة الرابعة١٤٣٣هـ-٢٠١٣م

۞تفسير روح البيان،للإمام إسماعيل حقى البروسوى،(ت١١٣٧هـ)،مطبوعة:دار إحياء التراث العربى،بيروت،الطبعة الأولىٰ١٤٢١هـ-٢٠٠١م

۞تقريب التهذيب،للحافظ أحمد بن على بن حجر العسقلانىّ، (ت٨٥٢هـ)، مطبوعة:مؤسسة الرّسالة ناشرون،الطبعة الأولىٰ ١٤٣٢هـ-٢٠١١م

۞تنوير الأبصار،للعلّامة محمد بن عبد اللهبن غزى تمرتاشى الحنفى (ت١٠٠٤هـ)، مطبوعة:دار الكتب العلمية،بيروت، الطبعة الأولىٰ١٤٢٣هـ-٢٠٠٢م

۞تهذيب الكمال فى أسماء الرّجال،للحافظ المتقن جمال الدّين أبى الحجّاج يوسف المزى،(ت٧٤٢هـ)،مطبوعة:مؤسسة الرسالة،بيروت،الطبعة الخامسة ١٤١٥هـ-١٩٩٤م

۞جامع المضمرات والمشكلات فى شرح مختصر الإمام القدُورىّ،للإمام يُوسف بن عمربن يوسف الكاذُورىّ،(ت٨٣٢هـ)، مطبوعة:دارالكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولىٰ١٤٣٩هـ-٢٠١٨م

۞حاشية ابن قندس على كتاب الفُروع،للإمام أبى بكرتقى الدين بن ابراهيم الحنبلى(ت٨٦١هـ)،مطبوعة:مؤسسة الرّسالة،بيروت،الطبعة الأولىٰ١٤٢٤هـ - ٢٠٠٣م

۞حاشية التّاوُدىْ بن سودة على صحيح البُخاري،للعلّامة محمدتاوُدى بن محمدطالب المالكى(ت ١٢٠٩هـ)،مطبوعة: دارالكتب العلمية،بيروت،الطبعة الأولىٰ١٤٢٨هـ-٢٠٠٧م

۞حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب للسّندی،المخدوم محمد ہاشم بن عبدالعفور الحارثی الحنفی(ت۱۱۷٤ھ)، مطبوعۃ: إدارۃ المعارف، کراتشی ۱۳۹۱ھ
۞خزائن العرفان،صدر الأفاضل سید محمد نعیم الدین (ت۱۳٦۷ھ)،مطبوعہ:ضیاء القران، لاہور۔ کراچی
۞ردّ المحتار علی الدّرّ المختار للشّامی،محمد أمین بن عمر ابن العابدین الحنفی،تحقیق عبدالمجید طعمہ الحلبی (ت۱۲۵۲ھ)،دار المعرفۃ، بیروت، الطبعۃ الأولیٰ۱٤۲۰ھ۔ ۲۰۰۰م
۞روضۃ الطّالبین،للإمام یحی بن شرف النّووی الشّافعی (ت۲۷۷ھ)، مطبوعۃ: المکتبۃ التوفیقیۃ،القاہرۃ
۞سُنَن أبی داؤد،للإمام سلیمان بن أشعث السّجستانی(ت۲۷۵ھ)،تعلیق عبید الدّعاس وعادل السّید،مطبوعۃ:دارابن حزم، بیروت،الطبعۃ الأولیٰ۱٤۱۸ھ ۔۱۹۹۷م
۞سُنَن الترمذی،للإمام أبی عیسی محمد بن عیسی ترمذی،تحقیق:محمود محمد محمود حسن نصّار،مطبوعۃ:دار الکتب العلمیۃ،بیروت،الطبعۃ الأولیٰ ۱٤۲۱ھ۔ ۲۰۰۰م
۞سُنَن الدّارقطنی،للإمام علی بن عمر الدّارقطنی (ت۳۸۵ھ) مطبوعۃ: دار الکتب العلمیۃ،بیروت،الطبعۃ الأولیٰ۱٤۱۷ھ۔ ۱۹۹٦م
۞سُنَنُ النّسائیّ،للإمام أبی عبد الرحمٰن أحمد بن شعیب نسائی (ت۳۰۳ھ)، مطبوعۃ:دار الفکر ،بیروت،۱٤۱۵ھ۔۱۹۹۵م
۞شرح الطّیبی علی مشکاۃ المصابیح،للإمام شرف الدین حسین بن محمدبن عبداللّٰہ الطیّبی الشّافعی(ت۷٤۳ھ)، مطبوعۃ:دار الکتب العلمیۃ،بیروت،الطبعۃ الأولیٰ۱٤۲۲ھ۔۲۰۰۱م
۞شرح النّووی علی صحیح المسلم ،للإمام یحی بن شرف نووی دمشقی شافعی (ت٦۷۷ھ)،مطبوعۃ:دار الکتب العلمیۃ، بیروت،الطبعۃ الأولیٰ۱٤۲۱ھ۔۲۰۰۰م

۞شرحُ سُنن إبن ماجة القزوينيّ،للإمام أبي الحسن كبيرمحمد بن عبد الهادي الحنفي المعروف بالسّندي، (ت١١٣٨ھ)، دار الجيل، بيروت
۞شرح سُنَنِ أبي داود لإبْنِ رسلان،للإمام شهاب الدين أحمد بن حسين بن على بن رسلان مقدسى رملى شافعى(ت٨٤٤ھ)، مطبوعة:دار الفلاح،الطبعة الأولىٰ١٤٣٧ھ۔ ٢٠١٦م
۞شرح صحيح البخاري لإبن بطّال،أبي الحسن على بن خلف بن عبد الملك المالكى(ت ٤٤٩ھ)، مطبوعة:مكتبة الرّشد، الرّياض،الطبعة الأولىٰ١٤٢٠ھ۔٢٠٠٠م
۞شرح عمدة الفقه لإبن تيمية،أبو العباس تقى الدين احمد بن تيميه حنبلى متوفى٧٢٨ھ،مطبوعة:مكتبة العبيكان ،رياض،الطبعة الأولى١٤١٣ھ
۞صحيح إبن خزيمة،للإمام أبي بكرمحمدبن اسحق بن خزيمة النيسابورى (ت٣١١ھ)،مطبوعة:الكتب الإسلامى،الطبعة الثالثة١٤٢٤ھ۔ ٢٠٠٣م
۞صحيح البخارى،للإمام أبي عبد الله محمد بن إسماعيل ابن ابراہيم بن المغيرة بن بردزبة(ت٢٥٦ھ)،مطبوعة: دار الكتب العلمية،بيروت،١٤٢٠ھ ۔ ١٩٩٩م
۞صحيح مسلم ،للإمام مسلم بن الحجاج القشيرى النيسابورى (ت٢٦١ھ)، مطبوعة: دار الكتب العلمية،بيروت
۞ضياءالسّارى فى مسالك أبواب البخارى،للإمام عبدالله بن سالم بصرى الشّافعى(ت ١١٣٤ھ)،مطبوعة:دار النّوادر، الطبعة الأولىٰ١٤٣٢ھ۔٢٠١١م
۞عُمدة السّالك فى المناسك،للإمام أبي الحسن علاء الدّين علىّ إبن بلبان الفارسىّ المصرىّ الحنفىّ(ت٧٣٩ھ)،مطبوعة: دار اللّباب،الطبعة الأولىٰ١٤٣٨ھ ۔٢٠١٧م
۞عمدة القارى شرح صحيح البخارى،للعلّامة بدر الدين أبو محمد محمود بن أحمد عينى(ت٨٥٥ھ)،مطبوعة:دارالفكر، بيروت،الطبعةالأولىٰ١٤١٨ھ ۔ ١٩٩٨م

۞عون الباری بحلّ أدلّة البخاریّ،لأبی الطّیب محمّد صدّیق حسن خان القنوجی البخاریّ(ت١٣٠٨ھ)،مطبوعة:دار النّوادر، سوریة،الطبعة الثانیة١٤٣١ھ ـ٢٠١٠م
۞فتاوی اللّجنة الدّائمة للبحوث العلمیّة والإفتاء،مرتب:أحمد بن عبد الرّزاق الدّویش،دار المؤید،الرّیاض،الطبعة الخامسة١٤٢٤ھ ـ٢٠٠٣م
۞فتاوی رضویہ،امام احمد رضاخان حنفی(ت١٣٤٠ھ)،مطبوعہ:رضافاؤنڈیشن،لاہور،١٤١٧ھ ـ١٩٩٦م
۞فتاویٰ فیض الرسول،مفتی جلال الدین احمد امجدی(ت١٤٢٢ھ)،مطبوعہ شبیر برادرز،لاہور،سن طباعت١٤١١ھ ـ١٩٩٢م
۞فتاوی قاضیخان (علی ہامش الھندیة) للأوزجندی،للإمام حسن بن منصور الحنفی(ت٥٩٢ھ)،مطبوعة:دار المعرفة،بیروت،الطبعة الثالثة ١٣٩٣ھ ـ ١٩٧٣م
۞فتح الباری شرح صحیح البخاری، للإمام الحافظ شھاب الدین أحمد بن علی بن حجرالعسقلانی الشّافعی(ت ٨٥٢ھ)،مطبوعة:دارالکتب العلمیة،بیروت، الطبعة الرابعة١٤٢٤ھ ـ٢٠٠٣م
۞فتح القدیر شرح الھدایة لإبن الھمام،کمال الدین محمد بن عبد الواحد الحنفی(ت٦٨١ھ)،مطبوعة:دار إحیاء التّراث العربی،بیروت
۞کتاب الأصل المسمّی بالمبسوط،للإمام محمد بن الحسن الشیبانی (ت١٨٩ھ)، تصحیح وتعلیق أبی الوفاء الأفغانی،عالم الکتب،بیروت،الطّبعة الأولیٰ١٤١٠ھ ـ١٩٩٠م
۞کتاب المبسوط للسرخسی،للإمام شمس الدّین أبوبکر محمد السّرخسی الحنفی (ت٤٩٠ھ)،مطبوعة:دارالفکر،بیروت، الطبعة الأولیٰ١٤٢١ھ ـ٢٠٠٠م
۞کتاب المناسک من الأسرار،للإمام أبی زید عبداللہ بن عمر الدّبوسی الحنفی (ت٤٣٠ھ)،مطبوعة:دار المنار،القاھرة
۞کشف اللّثام شرح عمدة الأحکام،للإمام شمس الدّین محمّد بن أحمد بن سالم السّفارینی النّابُلسیّ الحنبلیّ(ت١١٨٨ھ)،مطبوعة:دار النّوادر،الطبعة الأولیٰ ١٤٢٨ھ ـ٢٠٠٧م

○کفایة المبتدی وتذکرة المنتهی مع شرحه.للعلّامة مصطفی بن أحمد بن عمر الأسقاطی الحنفی(ت بعدسنة۱۱۶۳ھ)، مطبوعة:دارالکتب العلمیة، بیروت، الطبعة الأولیٰ۱۴۳۸ھ۔۲۰۱۷م
○کنزالإیمان.للإمام أحمد رضا الحنفی(ت۱۳۴۰ھ)
○کنزالدّقائق.للإمام أبی البرکات عبد اللّٰه بن أحمد نسفی حنفی(ت۷۱۰ھ) ، مطبوعة:دار السراج.المدینة المنورة.الطبعة الأولیٰ۱۴۳۲ھ۔۲۰۱۱م
○لباب المناسک وعُبَاب المسالک.للإمام رحمة اللّٰه بن عبداللّٰه بن ابراهیم السِّندی الحنفی(ت۹۹۳ھ).مطبوعة:دار قرطبة،بیروت.الطبعة الثانیة ۱۴۲۱ھ
○مجامع المناسک ونفع النّاسِک.للإمام رحمة اللّٰه بن عبداللّٰه بن ابراهیم السِّندی الحنفی(ت۹۹۳ھ).نشر:مدرسّة إسلامیّة نقشبندیة.افغانستان
○مجمع البحرین.للإمام مظفّر الدّین أحمد بن علی بن ثعلب المروف بإبن السّاعَاتی الحنفی(ت۶۹۴ھ).مطبوعة:دارالکتب العلمیة،بیروت.الطبعة الأولیٰ ۱۴۲۶ھ۔۲۰۰۵م
○مجموع فتاوی ومقالات مُتنوّعة.للشّیخ عبد العزیز بن عبد اللّٰه بن عبد الرّحمن بن باز.دار أصداء المجتمع.بریدة. الطبعة الثالثة۱۴۲۱ھ
○مختصرالقدوری.للعلّامة أبی الحسن أحمد بن محمد القدوری الحنفی (ت۴۲۸ھ).مطبوعة:دارالکتب العلمیة،بیروت. الطبعة الأولیٰ۱۴۱۸ھ۔۱۹۹۷م
○مرآة المناجیح شرح مشکوٰة المصابیح، مفتی احمد یارخان نعیمی حنفی(ت ۱۳۹۱ھ /۱۹۷۱م) ، مطبوعہ: قادری پبلشرز،لاہوراشاعت:فروری۲۰۰۹م
○مراقی الفلاح.للعلاّمة أبی الإخلاص حسن بن عمّارشرنبلالی حنفی (ت۱۰۶۹ھ)، مطبوعة:دار الکتب العلمیة،بیروت. الطبعة الأولیٰ۱۴۱۵ھ۔۱۹۹۵م
○مرقاة المفاتیح شرح مشکا ة المصابیح.للعلّامة علی بن سلطان محمد القاری الحنفی(ت۱۰۱۴ھ).مطبوعة:دارالکتب العلمیة،بیروت.الطبعة الأولیٰ ۱۴۲۲ھ۔ ۲۰۰۱م

مشكاة المصابيح. للعلّامة ولى الدّين أبي عبد الله محمد بن عبد الله الخطيب التّبريزى (ت۷۴۱ھ)، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولىٰ ۱۴۲۴ھ۔ ۲۰۰۳م

ملتقى الأبحر. للعلّامة فقيه إبراهيم بن محمد بن إبراهيم حلبى حنفى (ت٩٥٦ھ)، مطبوعة: دار البيروتى، دمشق، الطبعة الثانية ١٤٢٦ھ۔ ٢٠٠٥م

مناسك إبن امير الحاج. للعلّامة إبن أمير الحاج، مخطوط مصوّر

مواهب الرّحمٰن فى مذهب أبى حنيفة النّعمان. للإمام برهان الدّين أبى إسحاق إبراهيم بن موسىٰ الطرابلسى، (ت۹۲۲ھ /۱۵۱۶م)، المحقق: الدكتور يعلى قحطان الدورى، مطبوعة: كتاب۔ ناشرون، بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۳۹ھ۔ ۲۰۱۸م

موسوعة السّير. الخليفة الرّاشد والمصلح الكبير عمر بن عبد العزيز رضى الله عنه. للدكتور على محمّد محمد الصّلّابى، مطبوعة: دار إبن كثير، الطبعة الثانية ۱۴۳۰ھ۔ ۲۰۰۹م

نزہۃ القاری شرح صحیح البخاری، مفتی محمد شریف الحق امجدی (ت ۱۴۲۰ھ)، مطبوعہ: فرید بُک سٹال، لاہور، طباعت ۱۴۲۸ھ۔ ۲۰۰۷م

نورالعرفان، مفتی احمد یار خان نعیمی حنفی (ت ۱۳۹۱ھ / ۱۹۷۱م)، شائع کردہ: ادارہ کتب اسلامیہ، پاکستان

نيل الأوطار. للقاضى محمّد بن على الشّوكانى (ت۱۲۵۰ھ)، مطبوعة: المكتبة العصريّة، بيروت، ۱۴۲۵ھ۔ ۲۰۰۴م

وقار الفتاوی، مفتی وقار الدین قادری (ت ۱۴۱۳ھ / ۱۹۹۳م)، ناشر: بزم وقار الدین، کراچی، اشاعت چہارم: مئی، ۲۰۰۸م

طلاقِ ثلاثہ کا شرعی حکم

مؤلف

حضرت علامہ مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی مدظلہ العالی

(رئیس دارالافتاء جمعیت اشاعت اہلسنت پاکستان)

مرتب

حضرت علامہ مولانا محمد عرفان قادری ضیائی مدظلہ العالی

(ناظم اعلیٰ جمعیت اشاعت اہلسنت پاکستان)

ناشر

جمعیتِ اشاعتِ اہلسنّت پاکستان

خُدا چاہتا ہے رضائے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

تالیف

حضرت خواجہ صوفی محمد اشرف نقشبندی مجدّدی مدظلہ العالی

تخریج وحواشی

شیخ الحدیث حضرت علامہ مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی مدظلہ العالی

(رئیس دارالافتاء جمعیت اشاعت اہلسنت پاکستان)

ناشر

جمعیتِ اشاعتِ اہلسنّت پاکستان

توہینِ رسالت اور اسلامی قوانین

تالیف

شیخ الاسلام مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ و حواشی

علامہ عبد اللہ فہیمی مدظلہ العالی

تحقیق و تخریج

مفتی ابو محمد اعجاز احمد مدظلہ العالی

تقدیم

حضرت علّامہ مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی مدظلہ العالی

(شیخ الحدیث و رئیس دار الافتاء جامعۃ النور)

ناشر

جمعیتِ اشاعتِ اہلسنّت پاکستان